Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

197

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम हिन्दुस्तान हमारे दिल में

लेखक ..... सोवियत पुस्तक

प्रकाशन वर्ष 1966

आमत संख्या ..197

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

197

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय, हरिद्वार
पुस्तकालय

विषय संख्या ५/१७
पुस्तक संख्या
आगत पञ्जिका संख्या ५५, ३१३

पुस्तक पर किसी प्रकार का निशान लगाना वर्जित है। कृपया १५ दिन से अधिक समय तक पुस्तक अपने पास न रखें।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

197

उर्दू संग्रह

पुस्तक का नाम हिन्दुस्तान हमारा दिल मैं 17

लेखक सोवियत पुस्तक

प्रकाशन वर्ष 1966

आगत संख्या 197

डा० मनोकरण १९८४-१९८५

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندوستان ہمارے دِلوں میں

हिन्दुस्तान हमारे दिलों में।
197

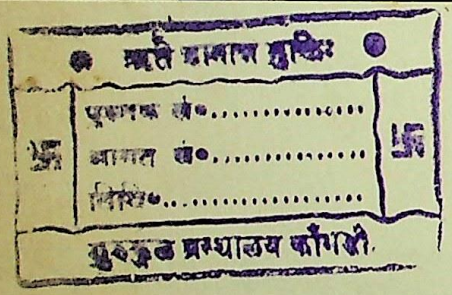

سوویت دیس کتابے
نئی دلی
۱۹۶۶

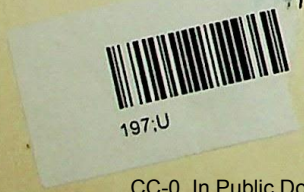

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نووستی پریس ایجنسی (اے پی این) ماسکو، سوویت یونین
سے شکریے کے ساتھ

پبلشرز : محکمۂ اطلاعات سفارت خانۂ سوویت یونین، مقیم ہندوستان۔ ۲۵ بارہ کھمبا روڈ، نئی دلّی ۱
پرنٹرز : ڈائمنڈ آفسٹ ورکس پرائیویٹ لمیٹڈ۔ ۸، ای۔ رانی جھانسی روڈ، نئی دلّی ۱

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

"سوویت یونین نے ہمیں بہت سے بیش بہا تحفے دئے ہیں، ان میں
سب سے بیش بہا دوستی ہے۔"

—— جواہر لال نہرو

"مجھے یقین ہے کہ آنے والے برسوں میں ہماری قوموں کے درمیان گہری
دوستی کے رشتے اور زیادہ بڑھیں گے۔"

—— لال بہادر شاستری

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

فہرست

عرضِ ناشر	۵
ہندوستان کی لوہے کی صنعت کا مرکز	۱۰
ہندوستان کا ٹریڈ مارک	۲۲
ہندوستانی پام اور روسی فر	۳۲
نیویلی کی روشنیاں	۳۸
ٹکنولوجی کا مندر	۴۸
انسان کا بنایا ہوا نخلستان	۵۶
بیماریوں پر حملہ	۶۸
کھیل کے میدان میں	۷۸
رکشا بندھن کے رشتے مضبوط تر ہو رہے ہیں	۸۴

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

عرضِ ناشر

یہ کچھ مختلف قسم کی کتاب ہے۔ جن لوگوں نے یہ کتاب لکھی ہے وہ نہ پیشہ ور ادیب ہیں نہ صحافی۔ وہ سوویت یونین کے ماہرین اور سائنسداں ہیں جنھوں نے ہندوستان میں کام کیا ہے۔ ان کے اور ان کے ہموطنوں کے متعلق جواہر لال نہرو نے لکھا تھا کہ ہندوستان کے لوگوں کو سوویت سائنسدانوں اور ماہروں کے تعاون سے بڑی خوشی ہوتی ہے جو ملک کے کئی اہم میدانوں میں کام کر رہے ہیں۔

اس کتاب میں سوویت ہند تعاون کے تمام میدانوں کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے جو کہ معیشت، کلچر، صحت عامہ اور دوسرے میدانوں میں سال بسال بڑھ رہی ہے۔ لیکن یہاں جو تصویریں پیش کی گئی ہیں وہ ان اصولوں کو اجاگر کرتی ہیں جو سوویت یونین اور ہندوستان کے تعلقات کی بنیاد ہیں۔

سوویت عوام کے دل میں ہندوستانی عوام کی ہمیشہ بہت قدر رہی ہے جنھوں نے انسانی تہذیب کے ارتقاء پر بہت گہرا اور سود مند اثر چھوڑا ہے۔ سامراجی غلامی کے خلاف جنگ میں سوویت عوام نے ان کی دل سے تائید کی۔ اور جب ہندوستان معاشی ترقی کے منصوبوں کے راستے پر گامزن ہوا تو سوویت یونین فوراً اس کی مدد پر آیا۔

ہندوستان کے ساتھ اور دوسرے آزاد شدہ ملکوں کے ساتھ سوویت تعاون کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ وہ برابری کے اصول پر سختی سے مبنی ہے اور بے لوث ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ترقی پذیر ملکوں کو سوویت یونین جو اقتصادی اور ٹکنیکل امداد دیتا ہے
وہ کسی سیاسی یا ایسی دوسری شرط کے ساتھ بندھی نہیں ہوتی جس سے ان
ملکوں کا اقتدار اعلےٰ مجروح ہو۔ سوویت یونین ان ملکوں میں اپنا فائدہ
تلاش نہیں کرتا۔ اسے نہ فوجی اڈوں کی تلاش ہے نہ حصص یا مراعات کی۔
سوویت امداد سے تعمیر ہونے والی تمام صنعتوں اور ان کی پیداوار پر اُسی
ملک کا غیر مشروط قبضہ ہوتا ہے جہاں وہ تعمیر ہوئی ہوں۔

اسی کے ساتھ یہ بھی قابلِ غور ہے کہ سوویت یونین ترقی پذیر ملکوں
کو جو مالی اور دوسری امداد دے رہا ہے وہ ان زائد مصنوعات پر مشتمل نہیں
ہوتی جن کی ملک کے اندر ضرورت نہ ہو۔ سوشلسٹ سماج کی کوشش یہ ہوتی
ہے کہ عوام کی بڑھتی ہوئی مادی اور روحانی ضرورتیں مکمل طور پر پوری
کی جائیں۔ ایسے سماج میں نہ ایسی زائد چیزیں ہوتی ہیں نہ ہو سکتی ہیں جو
باہر بھیجی جائیں۔ سوشلسٹ معیشت میں زائد پیداوار کا وہ چکر بھی نہیں ہوتا
جو سرمایہ دارانہ سماج کی لعنت ہے۔ ان قوموں کو سوویت یونین کی امداد جو
اقتصادی آزادی اور ترقی کی کوشش کرتی ہیں سوویت عوام کے بین الاقوامی
جذبے کی شہادت دیتی ہے۔ انھیں خود کبھی کبھی مشکل پیش آجاتی ہے لیکن
وہ اپنے دوستوں کی مدد ضرور کرتے ہیں۔

ہندوستان کو سوویت یونین کی ٹکنیکل اور کلچرل امداد کی رقم تقریباً
ایک ارب روبل ہے۔ سوویت قرض کم شرح سود پر دیا جاتا ہے اور اس
کی شرائط دونوں کے لئے فائدے مند ہوتی ہیں۔ ان قرضوں کی بنیاد پر
سوویت یونین ہندوستان کو کارخانے اور آلات دیتا ہے اور سائنسی اور
ٹکنیکل امداد دیتا ہے۔ اس کے عوض میں سوویت یونین ہندوستان کی وہ
اشیا لیتا ہے جو ہندوستان باہر بھیجا کرتا ہے۔ سوویت امداد سے ہندوستان

میں اہم صنعتی کارخانے اور ملک کی آزاد معیشت کی ترقی کے لئے دوسرے
تعمیر ہوئے ہیں اور ہو رہے ہیں۔ مرحوم وزیرِ اعظم لال بہادر شاستری
میں: "سوویت یونین اس اقتصادی ڈھانچے کی بنیاد تعمیر کرنے میں
رہا ہے جو ہم اپنے ملک میں بنانا چاہتے ہیں۔"

سوویت ہند ٹکنیکل اور اقتصادی تعاون کی اصل سمت یہ
بھاری صنعت — یعنی اسپات، بجلی، بھاری اور برقی انجینیرنگ
سازی، تیل کی صنعت تعمیر کرنے میں اور کوئلے، ادویات اور دو
صنعتوں کو ترقی دینے میں ہندوستان کو مدد دی جائے۔

ان صنعتوں میں سوویت امداد سے تعمیر ہونے والے پر
ریاستی سکٹر میں تعمیر ہوتے ہیں۔

ہندوستان کے ساتھ تعاون میں سوویت یونین امداد کی
کو ترجیح دیتا ہے جو اس کی اقتصادی ترقی کو ہر طرح سے آگے بڑھا
مثلاً سوویت ہند معاہدوں میں ہمیشہ یہ بات کہی جاتی ہے کہ مقامی
استعمال کئے جائیں گے۔ ابتدائی تیاری اور کارخانے کھڑے کرنے کا
اصولاً ہندوستان کے کارکن سوویت ماہرین کی امداد اور صلاح مشو
سے کرتے ہیں۔ ہندوستان میں جو سامان اور آلات مل سکتے ہیں اور
بن سکتے ہیں وہ پوری طرح استعمال کئے جاتے ہیں۔ اس سے ہندوستان
زرمبادلہ بہت بچ جاتا ہے اور وہ اس قابل ہوتا ہے کہ ان تمام صنعتوں
میں پیداوار بڑھائے جو اس کی مزید ترقی کے لئے ضروری ہیں۔

سوویت امداد سے ہندوستان نے بھلائی اسپات کا کارخانہ
کیا ہے جس کی سالانہ صلاحیت دس لاکھ ٹن فولاد کے ڈلے ہے۔ یہ کارخ
اب اپنی پوری صلاحیت سے چل رہا ہے، اس کی صلاحیت بڑھا کر ۲۵ لاکھ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

لے لئے دوسرے سالانہ کرنے کا کام مکمل کیا جا رہا ہے۔

ہادر شاستری کا سوویت ہند تعاون کا ایک اور معاہدہ ہوا ہے کہ بوکارو میں ایک
تعمیر کرنے میں اسپات کا رخانہ تعمیر کیا جائے جس کی سالانہ پیداواری صلاحیت ابتدا میں
پندرہ لاکھ ٹن سے بیس لاکھ ٹن ہوگی اور اس کے مکمل ہونے تک چالیس
یل سمت یہ ۴ لاکھ ٹن ہو جائے گی۔ یہ ہندوستان کے ریاستی سکٹر میں اسپات کا چوتھا
ا انجینئرنگ کا رخانہ ہوگا۔

ات اور دو بوکارو کو "بھلائی کا بھائی" کہتے ہیں۔ یہ اپنے قسم کا جدید ترین
م کا رخانہ ہوگا۔ اس کی جدید ترین سہولتوں میں ۲ ہزار مکعب میٹر
والے پرو جکٹ ہوا بھٹیاں، سوسوٹن کے چار کنورٹر، ہاٹ اور کولڈ رولنگ شاپ
دس سے ۴ء۱ ملی میٹر موٹائی کی فولادی چادریں تیار کر سکیں گے شامل
ن امداد کی ایک شاخ۔ اس کارخانے سے ہندوستان کو لوہے کی ضرورت پوری کرنے میں
ے آگے بڑھانے میں مدد ملے گی اور اس طرح اس کی اپنی انجینئرنگ صنعت کی مزید ترقی
ہے کہ مقامی ضرورتوں کے لئے راہ ہموار ہوگی۔

ے کرنے کا کام یہ نیا کارخانہ ۱۹۷۰ء میں چالو ہوگا اور ہندوستان کے چوتھے
ر صلاح مشورے پنجسالہ منصوبے کی تکمیل میں نمایاں پارٹ ادا کرے گا جس میں کہا گیا ہے
ں سکتے ہیں اور ہندوستان کی لوہے فولاد کی پیداوار سالانہ ایک کروڑ ۶۵ لاکھ ٹن
سے ہندوستان پہنچ جائے گی۔

ان تمام صنعتوں ہندوستان کی انجینئرنگ کی صنعت کو ترقی کرنے میں مدد دینے
ں ہیں۔ لئے سوویت یونین اسے رانچی میں بھاری مشین سازی کا کارخانہ تعمیر
ن کا کارخانہ بوکارو، درگاپور میں سالانہ ۴۵ ہزار ٹن پیداوار کی صلاحیت والا کوئلے
ہے۔ یہ کارخانہ کانکنی کی مشینیں بنانے والا کارخانہ تعمیر کرنے میں اور ہردوار میں ایک
ڑھا کر ۲۵ لاکھ کلو واٹ کی بھاری برقی انجینئرنگ کا رخانہ تعمیر کرنے میں مدد دے رہا جہاں دو لاکھ
کلو واٹ کی صلاحیت کے ٹربائن اور ٹربو جنریٹر بنائے جائیں گے۔
ہردوار کارخانے میں بجلی پیدا کرنے والے آلات بنائے جائیں گے جن
کی مجموعی صلاحیت ۲۷ لاکھ کلو واٹ ہوگی۔ یہ ایشیا میں اس قسم کا سب سے
بڑا کارخانہ ہوگا۔ اس کی بدولت ہندوستان باہر سے ٹربائنیں اور
برقی سامان منگانا کم کرے گا اور ہر سال کافی زرمبادلہ بچا سکے گا۔

یہ کارخانے ہندوستان کی قومی بھاری صنعت کی ترقی کی بنیاد
بن سکیں گے۔

سوویت یونین آلات سازی کے دو کارخانے تعمیر کرنے میں بھی ہندوستان
کی مدد کرے گا (ایک کوٹہ میں پریسیشن انسٹرومنٹ فیکٹری اور دوسری
پالگھاٹ میں مکینیکل انسٹرومنٹ فیکٹری) ایک کمپریسر اور پمپ کا کارخانہ
اور ایک لوہے کی فاونڈری کا کارخانہ تعمیر کرنے میں مدد دے گا جس میں
سالانہ دس ہزار ٹن لوہے کی کاسٹنگ ہو سکے گی۔

اقتصادی آزادی حاصل کرنے کی کوشش میں ہندوستان کے سامنے
ایک بڑا مسئلہ یہ ہے کہ تیل نکالنے اور تیل صاف کرنے کی اپنی صنعت تعمیر کرے۔
یاد رہے کہ تیل کی بین الاقوامی اجارے دار کمپنیاں مسلسل کہتی آ رہی تھیں کہ
ہندوستان میں پٹرول کی تلاش بیکار ہے۔ اسی کے ساتھ وہ ہندوستان
میں تیل کی اشیاء اور خام تیل بیچ کر بے انتہا منافع کما رہی تھیں۔

یہاں بھی سوویت یونین ہندوستان کی مدد پر آیا۔ سوویت یونین
کے تیل کے ماہرین جدید ترین مشینوں کے ساتھ ہندوستان آئے اور ان
کی مدد سے ہندوستان میں تیل اور گیس کے ذخائر ملے ہیں۔ تیل کے میدانوں
کو ترقی دی جا رہی ہے۔ انکلیشور میں تیل کی پیداوار شروع ہو گئی ہے
جہاں سے سالانہ بیس لاکھ ٹن سے زیادہ تیل حاصل ہو رہا ہے۔ بروفی اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کوئلی میں دو بڑے بڑے تیل صاف کرنے کے کارخانے تعمیر ہو رہے ہیں جن کی سالانہ صلاحیت تیس لاکھ ٹن ہوگی۔ برونی اور کوئلی کی پہلی منزلیں چالو بھی ہو چکی ہیں۔

سوویت تکنیکل امداد کے ذریعے ہندوستان میں کئی بڑے بجلی گھر بھی تعمیر ہو رہے ہیں۔ ہندوستان کے تیسرے پانچسالہ منصوبے کے تحت جتنی بجلی پیدا ہوگی اس کی تیس فیصدی ان بجلی گھروں میں پیدا ہوگی۔ ان میں بھاکڑہ کا پن بجلی گھر ہے جس کی صلاحیت چھ لاکھ کلوواٹ ہے۔ کوربا کا تھرمل بجلی گھر جس کی صلاحیت دو لاکھ کلوواٹ ہے اور اوبرا کا تھرمل بجلی گھر ہے جس کی صلاحیت ڈھائی لاکھ کلوواٹ ہے۔

نیویلی میں تھرمل بجلی گھر کا پہلا ۲۵۰٫۰۰۰ کلوواٹ کا حصہ ۱۹۶۴ء میں چالو ہوا۔ اب اس کی صلاحیت ۴ لاکھ کلوواٹ بڑھانے کی تیاری مکمل ہو رہی ہے۔

کوئلے کی صنعت کی تعمیر بھی سوویت امداد سے ہندوستان میں جاری ہے۔ دو زمیں دوز کانیں بنائی گئی ہیں۔ ایک بنگی میں جس کی سالانہ پیداوار ۶ لاکھ ٹن ہے اور دوسری سورج گڑھ میں جس کی سالانہ پیداوار گیارہ لاکھ ٹن ہے۔ ایک کھلے منہ کی کان مانک پور میں ہے جس کی سالانہ پیداوار دس لاکھ ٹن ہے اور ایک بڑی مکینیکل ورک شاپ ہے جہاں کانکنی کے آلات کی مرمت ہو سکے۔

ہندوستان کی طبی صنعت کو ترقی دینے میں بھی سوویت یونین مدد دے رہا ہے۔ رشی کیش میں جراثیم کش دواؤں کا کارخانہ مکمل ہو چکا ہے۔ حیدرآباد میں سنتھیٹک دواؤں اور کیمیائی ادویات کا کارخانہ بنا ہے اور مدراس میں آلات جراحی کا کارخانہ بنایا گیا ہے۔

سوویت امداد سے ہندوستان نے سورت گڑھ میں ریاستی فارم کیا جہاں مشینوں سے سارا کام ہوتا ہے۔ یہ ۱۴ ہزار ہیکٹر پر پھیلا ہوا ہے جنوب مشرقی ایشیا میں اپنے قسم کا سب سے بڑا فارم ہے۔ سوویت یونین نے کے لئے ضروری مشینیں اور آلات تحفے کے طور پر دئے ہیں۔ سوویت ما نے ہندوستانی ماہروں کو مشینیں چلانے اور استعمال کرنے کی تربیت دا یہ فارم کاشتکاری کا اسکول بن گیا ہے۔

دونوں حکومتوں کے درمیان کلچرل معاہدے کی بنیاد پر سوویت یون اور ہندوستان کے درمیان سائنس اور کلچر کے میدانوں میں بھی تعاون بڑھا

سوویت یونین ماہروں کو تربیت دے کر ہندوستان کی مدد کر رہا بہت سے ہندوستانی سوویت یونین میں اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تعلیم حاص کر رہے ہیں۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد یہ لوگ انجنیئر، ڈاکٹر، ماہرین زراعت مدرس یا سائنسداں بن کر اپنے ملک واپس جاتے ہیں۔

سیکڑوں ہندوستانی ماہرین عملی تربیت کے لئے سوویت یونین آتے ہیں۔ اسی کے ساتھ سوویت پروفیسر، مدرس اور دوسرے ما ہندوستان جا کر لکچر دیتے ہیں، مشورے دیتے ہیں اور تعلیم عامہ کی تنظیم میں امداد دیتے ہیں۔

سوویت امداد سے بمبئی میں ایک ٹکنولوجیکل انسٹی ٹیوٹ قائم ہے۔ اس کے لئے کچھ رقم سوویت یونین نے اقوام متحدہ کے ٹکنیکل ام فنڈ کے ذریعے اور کچھ براہِ راست دی ہے۔ اس میں دو ہزار طالب علم پڑھتے ہیں اور تین سو پوسٹ گریجویٹ طالب علم تحقیق کام کرتے ہیں۔ کئی سوویت مدرس یہاں کام کرتے ہیں۔

سوویت یونین کی امداد سے جو پروجیکٹ تعمیر ہو رہے ہیں وہاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

بھی ہندوستانی ماہرین کو سوویت یونین کی امداد سے تربیت دی جارہی ہے۔ اس معنی میں ہر پروجیکٹ تربیت کا مرکز ہے جہاں سوویت تکنیک سکھائی جاتی ہے۔ سوویت یونین کی کوشش یہی رہتی ہے کہ انجینیروں اور دوسرے کارکنوں کو تربیت دے تاکہ یہ لوگ کارخانہ چالو ہوتے ہی سارا کام اپنے ہاتھ میں لے لیں۔ ہندوستانی کارکن پروجیکٹ کی تعمیر کی ہر منزل میں حصہ لیتے ہیں۔

اب تک پندرہ ہزار سے زیادہ ہندوستانی ماہروں کو تربیت دی جاچکی ہے۔

ہندوستان تیز رفتاری کے ساتھ تعلیم اور سائنس کو ترقی دینا چاہتا ہے۔ اس اہم کام میں سوویت سائنسداں اس کی مدد کررہے ہیں سوویت یونین اور ہندوستان کے سائنسی اداروں کے درمیان دوستانہ تعلقات مضبوط سے مضبوط تر ہوتے جارہے ہیں۔

سوویت یونین اور ہندوستان کے درمیان ہمہ پہلو تعاون کامیابی سے بڑھ رہا ہے۔ سوویت یونین اس تعاون کو فروغ دیتا رہے گا اور اس طرح سوویت اور ہندوستانی عوام کی دوستی مضبوط ہوتی رہے گی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

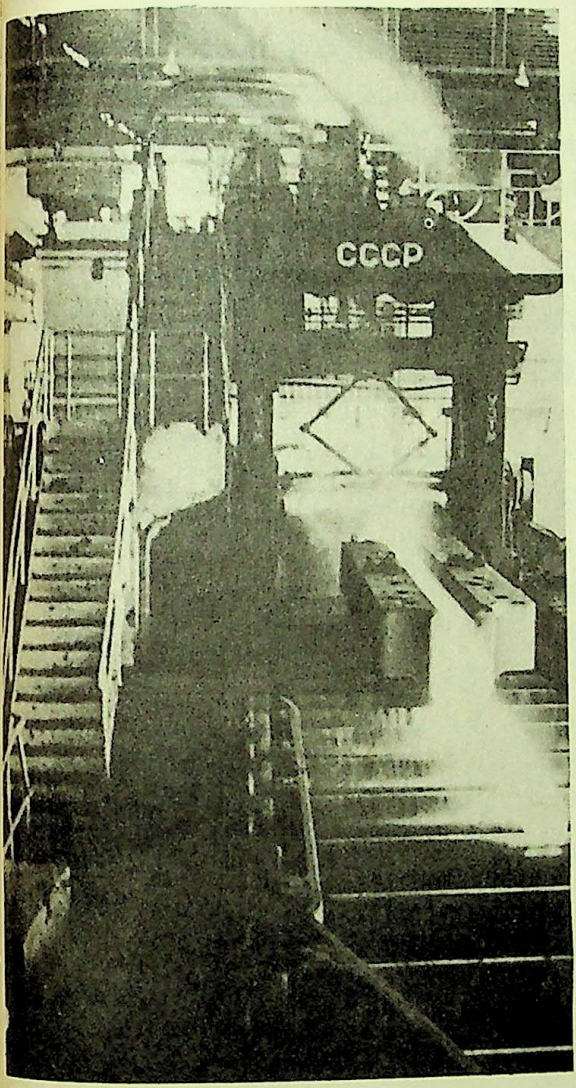

ہندوستان کی
لوہے کی
صنعت کا مرکز

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

از: | این ۔ آئی ۔ گونچارینکو
سوویت میٹالرجیکل انجینئر
بھلائی کے اسپات کارخانے میں ۱۹۶۰ء
سے ۱۹۶۴ء تک کام کر چکے ہیں

زاپروژے.... کری وائی روگ.... نپرودزرژنسک ۔ سوویت یونین کی جمہوریہ یوکرین کے ان شہروں میں رات کو آسمان کا رنگ ہمیشہ سرخ نظر آتا ہے کیونکہ یہاں کھلے مُنہ کی بھٹیاں لوہا پگھلاتی رہتی ہیں۔ سوویت یونین میں جتنا لوہا تیار ہوتا ہے اس کا چالیس فیصدی حصّہ ان شہروں میں تیار ہوتا ہے۔

سوویت یونین میں صنعت کا کوئی نجی سکٹر نہیں ہے۔ چنانچہ یوکرین میں سارے اسپات کے کارخانے ریاست کی ملکیت ہیں اور ان کا انتظام ایک مرکزی ادارہ کرتا ہے جس کا سربراہ میں ہوں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کافی بڑا کام ہے جو ایک شخص کا سارا وقت اور اس کی ساری توانائی کا مطالبہ کرتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود میں ہندوستان کی ایک ایک خبر کو شوق سے سنتا ہوں۔ یہ قدرتی بھی ہے۔ میں نے کئی برس تک بھلائی اسپات کارخانے میں کام کیا ہے۔ بہت سے ہندوستانیوں سے میری دوستی ہے اور میرے کئی سوویت ساتھی آج بھی وہاں کام کر رہے ہیں۔

ہندوستان جانے سے قبل اپنے دوسرے بہت سے ہموطنوں کی طرح مجھے اس ملک کے متعلق اچھی خاصی معلومات حاصل تھیں۔ میں نے وہ بہت سی کتابیں پڑھی تھیں جو سوویت یونین میں ہندوستان کے متعلق شائع ہوتی رہتی ہیں۔ پھر ہمارے اخباروں میں ہندوستان کی رپورٹیں شائع ہوتی ہیں،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

میں نے ہندوستانی فلمیں بھی دیکھی تھیں اور بہت سے دوستوں سے ہندوستان کے متعلق باتیں کی تھیں۔

لیکن کسی ملک کو دیکھنا بالکل مختلف اثر رکھتا ہے۔ جب میں بھلائی کام کرنے پہنچا تو ہندوستان اپنے پورے رنگ روپ کے ساتھ نظر آیا۔ بھلائی اسپات کے کارخانے کی ڈزائن تیار کرنے اور اسے بنانے میں یوکرین کے بہت سے ماہروں نے حصّہ لیا تھا۔

ہندوستان کے لئے اس کارخانے کی کیا اہمیت ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں ہے۔ سب ہی جانتے ہیں کہ لوہا کسی بھی ملک کی اقتصادی ترقی کی بنیاد ہے۔ کیمسٹری کی ترقی کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو، سائنس میں نئی ایجادیں کتنی ہی کیوں نہ ہوں لوہے کو اس کی غالب پوزیشن بہت عرصے تک حاصل رہے گی۔

اس وقت تک ہندوستان میں لوہے کی پیداوار نہ ہونے کے برابر تھی۔ ۱۹۵۰ء میں کوئی تیس لاکھ ٹن لوہا جو پیدا ہوتا تھا تو اس کی حیثیت بڑے برتن میں ایک قطرے کی سی تھی۔ میں نے اس کے کھیتوں میں لکڑی کے ہل چلتے دیکھے جبکہ اس ملک میں بہترین خام لوہے کے ذخائر موجود ہیں۔

آزادی حاصل ہونے کے بعد ہندوستان نے صنعتیں تعمیر کرنے کا پروگرام شروع کیا۔ سب سے پہلے اسے دھات کی ضرورت تھی۔ اسے اس کی فوراً ضرورت تھی، جس میں تاخیر کی کوئی گنجائش نہ تھی۔

یہ بات کہ ہندوستان اپنی لوہے کی صنعت تعمیر کرنا چاہتا ہے سوویت عوام کی سمجھ میں آتی تھی۔ کیونکہ انھیں بھی یہ صنعت ابتدا سے تعمیر کرنی پڑی تھی جبکہ ان کے پاس کچھ نہ تھا۔

اسی وجہ سے بھلائی اسپات کارخانے کا ڈزائن سوویت یونین میں حیرتناک تیزی کے ساتھ مکمل کیا گیا۔

اس کی تعمیر کے لئے سوویت ہند معاہدے پر دستخط فروری ۱۹۵۵ میں ہوئے اور اسی سال نومبر میں اس کے نقشے تیار ہو چکے تھے۔

سوویت ماہرین نے ہر ممکن طرح سے ہندوستانی دوستوں کی مدد کی کہ اس عظیم الشان کارخانے کے پہلے سکشن کو مختصر ترین مدت میں چالو کر دیا۔

کام میں بہتری

میں نومبر ۱۹۶۰ء کے شروع میں بھلائی پہنچا۔ ایک دن صبح کو پہلی بار کارخانے پہنچا۔ اپنی زندگی میں میں نے لوہے فولاد کے کئی کارخانے دیکھے ہیں لیکن ایسا کارخانہ آج تک نہیں دیکھا تھا جس کے گرد دیواریں نہ ہوں اور جس کی چھتیں صرف ڈھانچوں پر کھڑی ہوں۔ سوویت یونین کے کارخانوں کے گرد دیواریں بنائی جاتی ہیں تاکہ سردی سے بچت رہے لیکن یہاں سخت گرمی سے بچت کی ضرورت تھی۔

کارخانے میں ہر شخص مصروفِ کار تھا۔ دو ہوا بھٹیاں چل رہی تھیں چار کھلے منہ کی بھٹیوں سے ہزاروں ٹن لوہے کے ڈلے بن کر نکل چکے تھے۔ بلومنگ مل اور مسلسل کام کرنے والی بلینگ رولنگ شاپ میں کام ہو رہا تھا۔ ایک عظیم الشان اسپات کے کارخانے کا وسیع و عریض منظر نظروں میں تھا۔ تصور کرنا بھی مشکل تھا کہ کچھ مدت پہلے تک یہاں ہُو کا عالم تھا۔

"کیا خیال ہے؟" کارخانے کے ڈائرکٹر مسٹر سرویاستونے مجھ سے پوچھا۔

"بہت اچھا معلوم ہوتا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن کارکردگی بہت بہتر کرنا ہوگا۔"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مجھے پہلے ہی بتایا جا چکا تھا کہ مشینیں کیسی چل رہی ہیں اور مجھے احساس تھا کہ میرے سامنے کتنا بڑا اور مشکل کام ہے۔

اس طرح بھلائی میں میں نے کام شروع کیا۔

یہاں سے کچھ ہی فاصلے پر رورکلا میں اتنی ہی صلاحیت کا ایک اور کارخانہ مغربی جرمن کمپنیوں کی مدد سے تعمیر ہو رہا تھا اور یہاں بھلائی سے ۱۸ مہینے پہلے کام شروع ہوا تھا۔ تیسرا کارخانہ جو دُرگاپور میں بن رہا تھا اسے انگریز بنا رہے تھے۔ ان تینوں کارخانوں کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستان لوہے کی ضرورت پوری کر سکے۔ ہندوستان کی رائے عامہ ان تینوں کارخانوں کی تعمیر اور کام کی رفتار کا مسلسل مقابلہ کرتی رہتی تھی۔

بھلائی کی پہلی ہوا بھٹی سے ڈلی لوہا ۳ر فروری ۱۹۵۹ء کو تیار ہوا۔ تقریباً اسی وقت رورکلا میں پہلی ہوا بھٹی چالو ہوئی۔ ۱۹۶۱ء میں بھلائی کی ہوا بھٹیاں اپنی مجوزہ صلاحیت تک پہنچ چکی تھیں اور ۹۵۷،۰۰۰ ٹن ڈلی لوہا تیار کر رہی تھیں۔

لیکن سوویت ماہرین نے محسوس کیا کہ یہ آخری حد نہیں ہے۔ وہ چاہتے تھے کہ اپنے ہندوستانی دوستوں کو یہ سکھا دیں کہ سوویت آلات کو پوری صلاحیت کے ساتھ کس طرح استعمال کر سکتے ہیں۔ وہ انھیں بہترین سوویت کارخانوں کی تکنیک سکھانا چاہتے تھے۔ سوویت یونین کے کارکنوں کے سامنے اصل مقصد یہی تھا۔

بہت ممکن ہے یہ سطریں فورمین کارپورے اور نگالوا اور اسٹیل میکر باسک رام سنگھ کی نظروں سے گزریں۔ انھیں ضرور یاد ہوگا کہ ۲۴ر جولائی ۱۹۶۲ء کس طرح شروع ہوا تھا۔

اس دن ایک شاندار ریکارڈ قائم ہوا تھا۔

بھلائی کی کھلے منہ کی بھٹی اپنی مجوزہ صلاحیت تک ۱۹۶۱ء کے شروع میں پہنچ چکی تھی۔ لیکن اس وقت تک ریپڈ ہیٹ کا کوئی سوال نہیں تھا کیونکہ لوگوں کو ابھی کافی تجربہ نہیں ہوا تھا اور اس کھاتے کے مختلف سکشنوں کے درمیان تال میل پوری طرح قائم نہیں ہو سکا تھا۔

بتدریج انھیں تجربہ ہوتا گیا اور تین مہینے بعد اسٹیل میکر سرپواستو نے پہلی مرتبہ ۶ گھنٹے ۳۵ منٹ میں ہیٹ پیدا کر دی۔

مہینے گزرتے گئے اور نئے ریکارڈ قائم ہوتے رہے۔ جولائی ۱۹۶۲ء کو سنجیو نے ۴ گھنٹے ۵۰ منٹ میں ہیٹ پیدا کرنے کا کُل ہند ریکارڈ قائم کیا۔

پیداوار کے انتظام اور پیداوار کی تکنیک میں مسلسل بہتری ہوتی رہی۔ اور لوگوں نے اس مسئلے پر غور کرنا شروع کر دیا کہ انفرادی ریپڈ ہیٹ سے کس طرح پورے کھاتے کی ریپڈ ہیٹ کی طرف پہنچا جائے۔ اس کام کو منظم کرنے میں کیا پیچیدگیاں ہیں صرف لوہے کا کام جاننے والا ہی اس کو محسوس کر سکتا ہے۔

لیکن اس کے باوجود کارخانے میں اس کی تیاری ہوتی رہی تا آنکہ ۲۴ر جولائی کو یہ کام بھی انجام پایا۔

کھلی بھٹی کے کھاتے میں کام صبح ۶ بجے شروع ہوتا ہے۔ لیکن پہلی پالی کے لوگ بہت پہلے آ گئے۔ اس کے فورمین ونے گپتا نے آلات اور بھٹیاں دیکھیں اور اعلان کیا:

"ہماری پالی آج چھ ہیٹ کرے گی۔"

اس طرح ۲۴ر جولائی کا یادگار دن شروع ہوا۔ اس میں تمام بہترین پہلو شامل تھے۔ گزشتہ سال کا تجربہ، کام کی بہترین تنظیم، سوویت کارکنوں کی برادرانہ امداد اور ان ہندوستانیوں کا جوش و خروش جو اپنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کھاتے کو کارخانے کا بہترین کھاتہ بنانا چاہتے تھے اور اس کھاتے میں اس شاندار تال میل سے کام شروع ہوا جیسے کوئی آرکسٹرا ہو۔

جب آخری پالی یعنی فورمین داس گپتا کی سی پالی نے کام ختم کیا ہے تو مسرت کے نعروں کی آواز ہوا بھیٹوں کے شور پر غالب آگئی۔ اس دن اس کھاتے نے ۱۰ اہیٹ کی تھیں۔

اس دن انھوں نے اس جھوٹے خیال کو بھی دفنا دیا تھا کہ ہندوستان کا موسم اس قابل نہیں کہ کھاتے کا کام سال بھر یکساں طور پر چلے۔ یہ ریکارڈ برسات کے موسم میں قائم ہوا تھا جب ہندوستان کا موسم بہت خراب ہوتا ہے۔

اس دن یہ ثابت ہوا تھا کہ سوویت انجنیئروں نے علم اور تجربے کے جو بیج بوئے تھے ان میں کونپلیں پھوٹ آئی تھیں۔

اپریل ۱۹۶۵ء میں ایک دن اخبار میں یہ پڑھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ ۱۹۶۴ء تا ۱۹۶۵ء کے مالی سال میں بھلائی کارخانے نے اور ترقی کی اور اس کی پیداوار میں اضافہ ہوا ہے۔

لوہے کی بی لٹ کی پیداوار مجوزہ صلاحیت سے ۳۲ فیصدی بڑھ گئی۔ پیداوار کی دوسری تمام شاخوں میں مجوزہ صلاحیت سے زیادہ پیداوار ہونے لگی۔ ۱۹۵۹ء سے جب کارخانے نے سب سے پہلے کام شروع کیا اپریل ۱۹۶۵ء تک بھلائی میں ۴۷ لاکھ ٹن فولاد اور ۶۰ لاکھ ٹن ڈلی لوہا پیدا ہوا۔

۶۵-۱۹۶۴ء میں بھلائی میں ہندوستان کے تمام ریاستی سکٹر کے کارخانوں سے زیادہ منافع ہوا۔ ابتدائی اندازے کے مطابق آمدنی ۵ کروڑ

یہ لوگ یہاں بھلائی میں دوست بنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection,

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

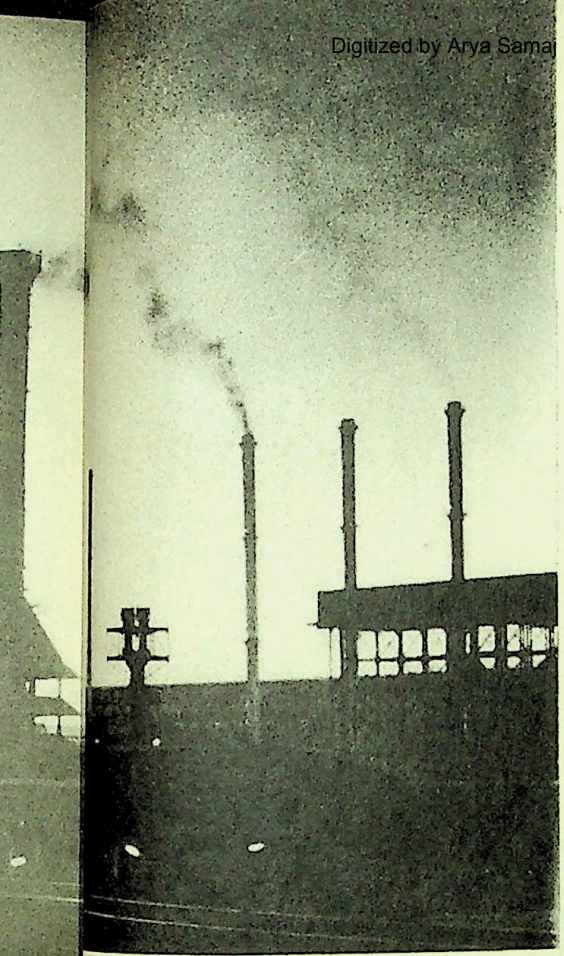

بھلائی کا منظر

۶۰ لاکھ روپیہ تھی۔

میرے جو ساتھی حال ہی میں ہندوستان سے واپس آئے ہیں وہ اکثر مجھ سے ملنے آجاتے ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ بھلائی کا دوسرا اسکشن بھی جس کے ذریعے اس کی سالانہ پیداوار ۲۵ لاکھ ٹن ہو جائے گی اور جو سوویت امداد سے تعمیر ہو رہا ہے عنقریب مکمل ہو جائے گا۔ بہت سی نئی یونٹوں نے مثلاً ہوا بھٹی نمبر ۴، ایک کوک اوون بیٹری، دو کھلے منہ کی بھٹیوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ ہندوستان کی فولاد کی پیداوار میں بھلائی کا حصہ ۲۰ فیصدی سے زیادہ ہے۔ جب تک یہ کتاب قارئین کے ہاتھ میں پہنچے گی ان اعداد و شمار میں یقیناً تبدیلی آچکی ہوگی۔

ذہین شاگرد

ہم سوویت ماہرین ہندوستان اس لئے گئے کہ ایک دوست قوم کو مدد دیں کہ اپنا ملک صنعتی بنا سکے۔

سب ہی جانتے ہیں کہ کوئی بھی ملک اپنی قومی معیشت اپنے ماہر کارکنوں کے عملے کے بغیر تعمیر نہیں کر سکتا۔ چنانچہ ہمارا ایک کام یہ تھا کہ زیادہ سے زیادہ ہندوستانیوں کو تربیت دیں۔ اپنے تجربے اور علم میں انھیں شریک کریں۔ تربیت کے ہمارے طریقے کا مقصد یہ تھا کہ ہندوستانی انجنیئر اور مزدور سوویت مشینوں کو اپنے آپ جلد از جلد چلانے لگیں۔

ہم بھلائی میں صلاح کار اور مدرس تھے اور ہم نے کام میں اپنے ہندوستانی دوستوں کی جگہ کبھی نہیں لی۔ سوویت ماہرین اور کارکنوں کی تمام اعلیٰ قابلیت اور مہارت کے باوجود بھلائی جیسا عظیم الشان کارخانہ نہ تعمیر ہو سکتا تھا اور نہ چلایا جا سکتا تھا اگر ہندوستان میں اتنی بڑی تعداد میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ذہین، ہوشیار اور علم کے شائق کارکن نہ ہوتے۔
بہت سی مشکلیں سامنے آئیں لیکن انھیں خوش اسلوبی سے حل کر لیا گیا۔

مثلاً اپنے ہندوستانی دوستوں کو کام کے ترقی یافتہ طریقے سکھانے کیلئے میرے ساتھیوں نے ترقی یافتہ تکنیک کے کلاس منظم کئے۔ مجھے یاد ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کہ مئی ۱۹۶۲ء میں کھلے منہ کی بھٹی نمبر ۴ کی جائے تعمیر پر کس طرح پہلا کلاس ہوا تھا۔ اس کا مقصد یہ دکھانا تھا کہ بھٹی کی چھت پر اسٹرکاری کا تیز ترین طریقہ کیا ہے۔ ہندوستانی انجینیر گھوش اور گڈکر اور سوویت ماہرین خلکو، وارلیگن، ماسیوچنکو اور استول بیریانے یہ کلاس منظم کرنے میں بڑا کام کیا۔ اور نتیجہ واقعی شاندار نکلا: ۱۲۷ رنگ اتنے ہی وقت میں رکھے گئے جتنی دیر میں ۵۰ سے ۶۰ رکھے جاتے تھے۔

ٹیموں کو کام کے دوران پڑھایا جاتا تھا۔ ایک بھی سوویت انجینیر نہیں تھا جس نے زیرِ تربیت لوگوں کی ایک "ٹیم" کو تربیت نہ دی ہو۔ اس طرح بھلائی کارخانے میں پانچ ہزار ٹیکنیکل کارکنوں اور ماہروں کو تربیت دی گئی۔ اس کے علاوہ ۸۰۰ ہندوستانی کارکنوں اور ماہروں نے سوویت یونین کے بڑے بڑے کارخانوں میں عملی تربیت حاصل کی۔

بھلائی کارخانے کے ڈائرکٹر مسٹر سریواستو نے ہندوستانی کا
کو تربیت دینے میں سوویت امداد کا ذکر اس طرح کیا: معماروں کی ایک
بڑی فوج کو بھلائی میں تربیت دی گئی ہے۔ ہندوستانی انجینیروں، فو
اور ماہر مزدوروں کو۔ سوویت ماہرین بخوشی اپنا علم اپنے ہندوستا
ساتھیوں کو سکھاتے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ عنقریب ہندوستانی
قابل ہو جائیں گے کہ کارخانے کی مختلف یونٹوں کے انتظام کا کام پو
طرح سنبھال لیں۔ یہاں بھلائی میں تربیت پائے ہوئے ہندوستا
ماہرین نہ صرف اس کارخانے میں کام کریں گے بلکہ کسی بھی دوسری جگ
مفید ہوں گے جہاں ان کی ضرورت ہوگی۔ بھلائی پروجیکٹ نے
ہندوستان کو نہ صرف لوہا دیا بلکہ بھلائی والے بھی دیے یعنی ایسے لوگ
جو کارخانے کے ساتھ ابھرے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Panini Kanya Maha Vidyalaya Collection. Harid

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دوستی جس نے بھلائی میں جنم لیا

میں عمر کی اس منزل میں ہوں جہاں صرف بیرونی ہونا مجھے متاثر نہیں کرتا۔ اور آج ہندوستان جو یاد آتا ہے تو اس کے خوبصورت مناظر قدرت، اس کی شدید گرمی یا اس کے لوگوں کے غیر معمولی لباس کی وجہ سے نہیں۔ میں نے زندگی میں سفر بھی بہت کیا ہے اور بہت کچھ دیکھ چکا ہوں۔ تو پھر ایسا کیوں ہے کہ لوہے اور کوئلے کے اس شہر نے ہمارے ذہنوں اور دلوں پر اتنا دیرپا اثر چھوڑا ہے؟

میرا خیال ہے کہ اس سوال کا بہترین جواب میری بیٹی نے دیا تھا جب وہ مجھ سے ملنے ہندوستان آئی تھی۔ اس نے ایک بار کہا:

"بابا مجھے یہ محسوس ہی نہیں ہوتا کہ میں بدیس میں ہوں"۔

اصل بات یہی ہے۔ سوویت شہری ہندوستان کی دھرتی پر قدم رکھتے ہی ایک دوستانہ فضا محسوس کرتا ہے اور لوگوں کے یہی دوستانہ جذبات اس کے دورانِ قیام میں اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ ہم سوویت ماہرین کے گرد وہ لوگ تھے جن کی دلی دوستی اور پُرخلوص مہمان نوازی نے ہمارے دلوں میں وطن کی یاد نہیں آنے دی۔

مجھے یاد ہے کہ ہندوستان کے لوگ کتنا احسان مانتے ہیں کہ ہم نے بھلائی کارخانے کی تعمیر میں ان کی مدد کی۔ وہ بار بار کہتے تھے کہ سوویت ماہروں نے عمل میں دکھا دیا کہ ان کی ٹکنیکل تعلیم کتنی اعلیٰ ہے اور انتہائی پیچیدہ ٹکنیکل مسائل کو حل کرنے کی ان میں کتنی قابلیت ہے۔

بھلائی میں جس دوستی نے جنم لیا اس کی جڑیں ہماری اس باہمی خواہش میں تھیں کہ ایک دوسرے کی مدد کی جائے۔ ہمارے تعلقات میں خلوص اور گرم جوشی تھی۔ ہم ہندوستانیوں کے ساتھ کام کرتے تھے، ان کے ساتھ رہتے تھے، ساتھ ساتھ فرصت کا وقت گزارتے تھے۔ اپنے بھورے بالوں اور سفید رنگ کو چھوڑ کر ہم کسی معنی میں بھی اپنے ہندوستانی دوستوں سے مختلف نہیں تھے۔

امریکہ کے "بزنس ویک" ایسے رسالے نے جو ظاہر ہے سوویت یونین کا کسی طرح بھی ہمدرد نہیں ہے کچھ بیرونی مبصروں کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ روسیوں نے ہندوستانیوں کی ہر طرح سے مدد کی۔ اگر ضرورت ہوئی تو وہ ذرہ برابر پریشان ہوئے بغیر جسمانی محنت کا کام بھی کریں گے۔ روسی تعلیم دینے میں بہت صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہیں اور اسی

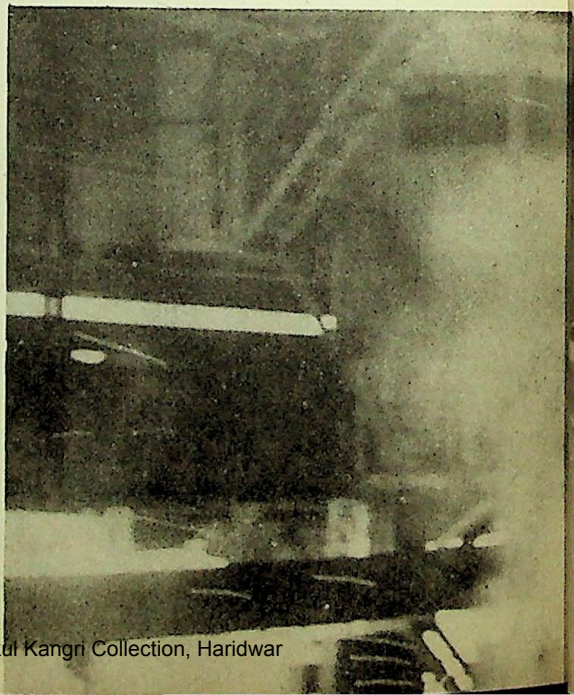

بھلائی کا اسپات کارخانہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

2/96 64312

وجہ سے ہندوستانیوں کو خاص میدانوں میں بہت اچھی تعلیم حاصل ہوئی ہے۔ فرصت کے اوقات میں روسی ہندوستانیوں کے ساتھ والی بال کھیلتے ہیں اور ان کے ساتھ سنیما جاتے ہیں۔ روسی عورتوں نے مقامی عورتوں سے دوستی پیدا کی ہے۔

بیرونی مبصروں نے اس بار صحیح تصویر پیش کی ہے۔ لیکن بہت سے ایسے بھی تھے جنھیں بہت شبہات تھے اور جو یہ کہتے تھے کہ روسی اور ہندوستانی ساتھ ساتھ کام کر ہی نہیں سکتے۔ یہ لوگ یہ بات اس بنیاد پر کرتے تھے کہ زیادہ تر ہندوستانی انجینئروں کی تربیت مغرب میں ہوئی تھی۔ انھوں نے انگریز امریکی یا مغربی جرمن پروفیسروں سے پڑھا تھا اور یہ کہ کوئی بھی ہندوستانی انجینئر سوویت یونین نہیں گیا تھا اور نہ انھوں نے سوویت ماہرین کے ساتھ کام کیا تھا

کئی سال پہلے کچھ لوگ سمجھتے تھے کہ ایک بڑا سوال یہ ہے کہ کیا ہندوستانی سوویت ماہروں پر بھروسہ کریں گے۔ آج یہ عام بات ہوگئی ہے کہ بھلائی میں سوویت شہریوں کو بدیسی سمجھا ہی نہیں جاتا۔

جب بھلائی اسپات کے کارخانے نے ریاستی سکٹر کے کارخانوں میں پہلی بار اگست ۱۹۶۲ء میں مجوزہ صلاحیت حاصل کرلی تو اسے بالکل یہ سمجھا گیا کہ یہ تو ہونا ہی تھا۔

کیوں ایسا ہونا ہی کیوں تھا؟ بھلائی کا نمبر پہلا کیوں تھا؟

اس کا جواب مسٹر سبرامنیم نے دیا تھا جو اس وقت ہندوستان میں لوہے اور بھاری صنعت کے وزیر تھے۔ سوویت دھات سازوں کی خاص دن کی تقریب میں جسے ہمارے ہندوستانی ساتھیوں نے بھی منایا انھوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا۔

"بھلائی نے ثابت کر دیا کہ صرف ٹکنولوجی پارٹ ادا نہیں کرتا حالانکہ اس کا پارٹ بہت اہم ہے۔ لیکن ٹکنولوجی سے بھی زیادہ بڑا پارٹ انسانی تعلقات نے ادا کیا۔ ہمارے روسی دوستوں نے ہمیں جو ٹکنولوجی دی ہے اس سے زیادہ میں ان کا شکریہ اس لئے ادا کرتا ہوں کہ انھوں نے اس کارخانے میں واقعی انسانی رشتے قائم کئے۔"

اور واقعی یہ بہت اہم چیز تھی۔ مشکل حالات میں کارخانے کی تعمیر اور اس کی مجوزہ پیداواری صلاحیت کا حصول صرف اس لئے ممکن ہوسکا کہ بھلائی میں سوویت ماہرین اور ہندوستانیوں کے درمیان برادرانہ تعلقات تھے اور دوستی اور سمجھ بوجھ کی فضا تھی۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

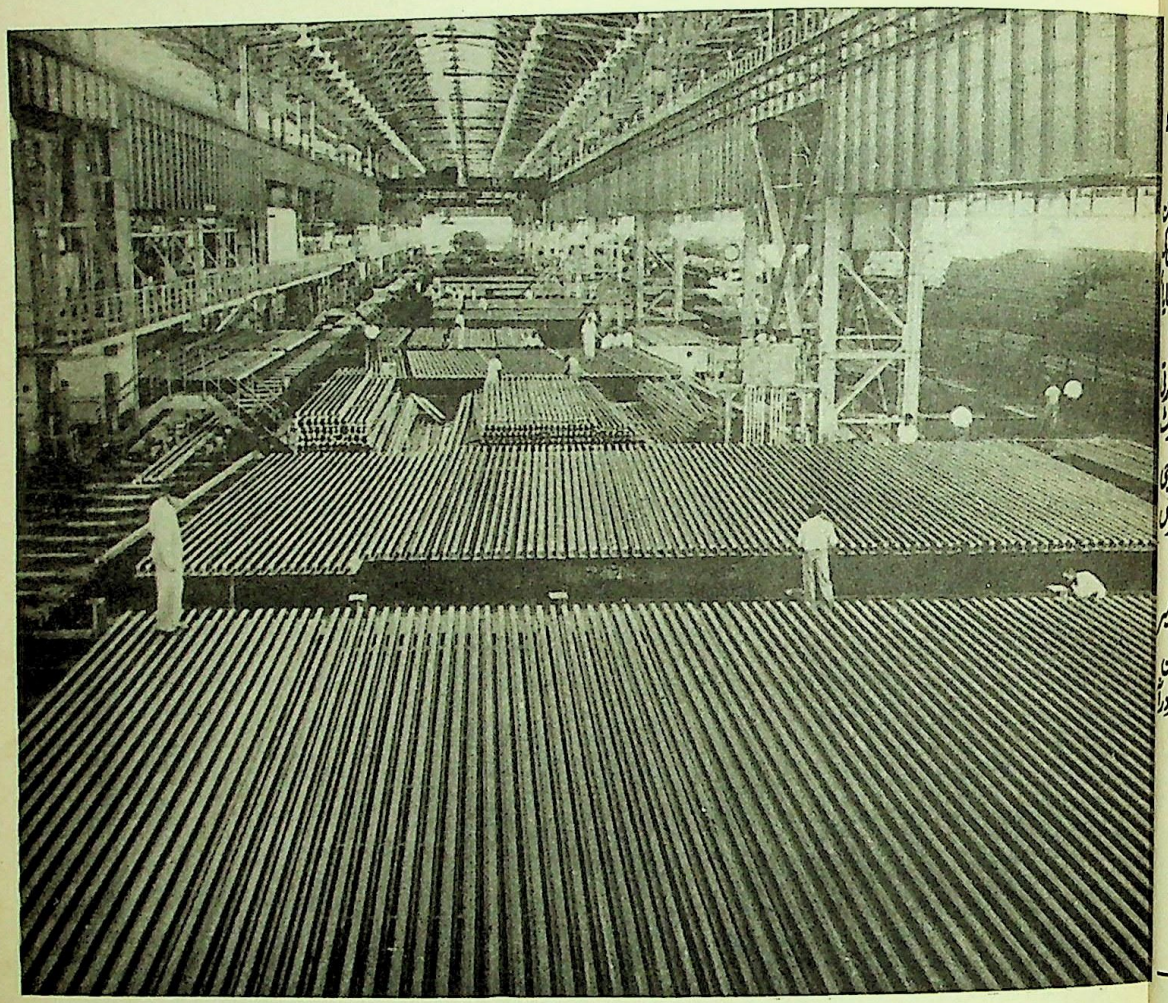

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

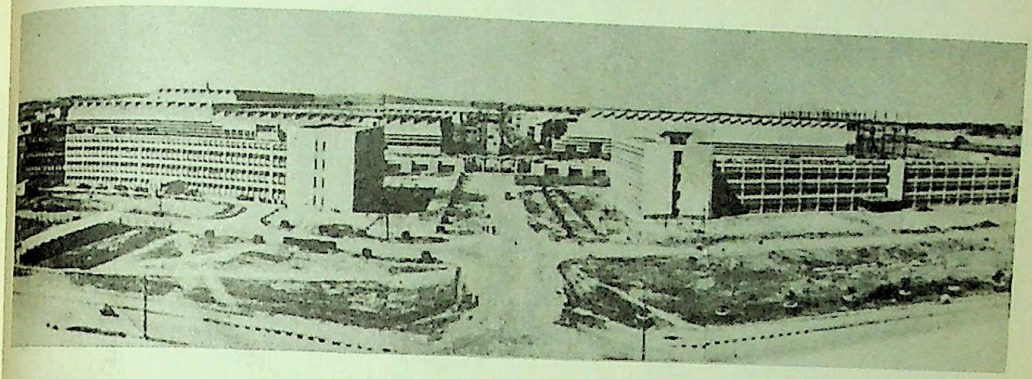

ہندوستان
کا
ٹریڈ مارک

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

از: ایس۔ ایس۔ گنیف

سوویت انجینیر اور ماہر معاشیات
چیف پروڈکشن ڈزائنر ہیوی مشین بلڈنگ پلانٹ
رانچی، بہار

جب مجھ سے کہا گیا کہ اس کتاب کے لئے ایک مضمون ہندوستان میں اپنے قیام کے متعلق لکھوں تو میں سوچتا رہا کہ کس خاص بات کے متعلق لکھوں؟ ہندوستان سے بے شمار تاثرات لے کر واپس آیا تھا۔ اس کی قدرتی خوبصورتی، بے مثال خوبصورت عمارتی یادگاریں، ہندوستانی لوگوں کی مہماں نوازی۔ لیکن ان سب کے متعلق بارہا لکھا جا چکا ہے۔ پھر مجھے ایک خیال ستانے لگا۔

ہندوستان میں میں نے کئی چھوٹے بڑے کارخانے دیکھے تھے جن میں نجی اور ریاستی سکٹر دونوں کے کارخانے شامل تھے۔ ایک انجنیئر کی حیثیت سے میں ایک اہم بات کو نظرانداز نہیں کر سکتا تھا۔ ان سب میں جو مشینیں اور آلات تھے ان پر بیرونی ملکوں کے ٹریڈ مارک تھے۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے مشینوں کی کسی بین الاقوامی نمائش میں کھڑا ہوں۔ صرف ہندوستان کے ٹریڈ مارک ان میں بہت کم تھے۔ لیکن مجھے علم تھا کہ زیادہ دن کی بات نہیں جب اس صورت حال میں بنیادی تبدیلی آئے گی۔

اسی خیال نے مجھے یہ مضمون لکھنے پر اکسایا۔ میں نے سوچا کہ ہندوستان کی انجنیئرنگ صنعت کی ترقی کے متعلق کچھ لکھوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

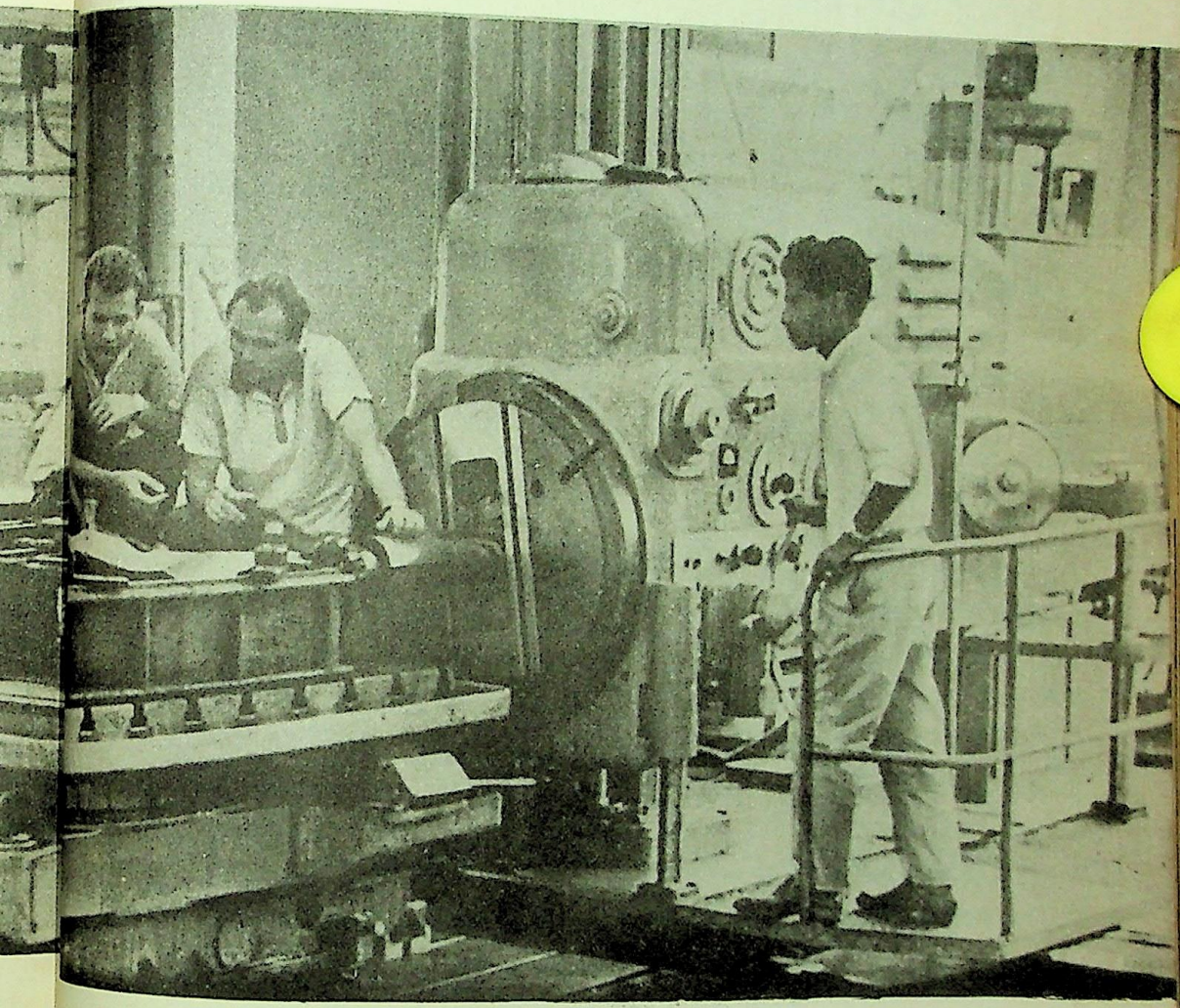

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شاندار ابتداء

جواہر لال نہرو ۱۹۵۵ء میں سوویت یونین آئے تھے۔ اس زمانے میں انھوں نے اورال ہیوی مشین بلڈنگ کارخانہ دیکھا۔ میرے ساتھیوں نے مجھے بتایا کہ اس عظیم الشان "کارخانوں کے کارخانے" نے انھیں بہت متاثر کیا۔ یہیں مرحوم وزیرِ اعظم نے خیال ظاہر کیا کہ ہندوستان کو بھی اپنا بھاری مشین سازی کا کارخانہ تعمیر کرنا چاہیئے۔

جواہر لال نہرو کی فراست کو خراج عقیدت پیش ہی کرنی پڑتی ہے۔ انھیں احساس تھا کہ بھاری مشین سازی ہی ان کے ملک کی آزادانہ ترقی کی مضبوط بنیاد ہو سکتی ہے۔ صرف مشین سازی کی مشینیں بنانے ہی سے ملک باہر سے مشینیں منگانے سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔ سوویت یونین میں یہی ہوا تھا۔ ہمارے ملک کے اندر استعمال ہونے والی مشینوں میں باہر کی مشینیں ۱۹۲۸ء میں ۳۰ فیصدی تھیں جو ۱۹۳۲ء میں ۱۲٫۷ فیصدی رہ گئیں اور ۱۹۳۷ء میں صرف ۰٫۹ فیصدی۔

سوشلسٹ ملکوں کا تجربہ بتاتا ہے کہ تیز رفتاری سے ملک کو صنعتی بنانے کا طریقہ صرف ایک ہے۔ یعنی بڑے مشین سازی کے کارخانوں کی بنیاد پر جن میں متنوع قسم کی مشینیں بنتی ہوں۔ اگر

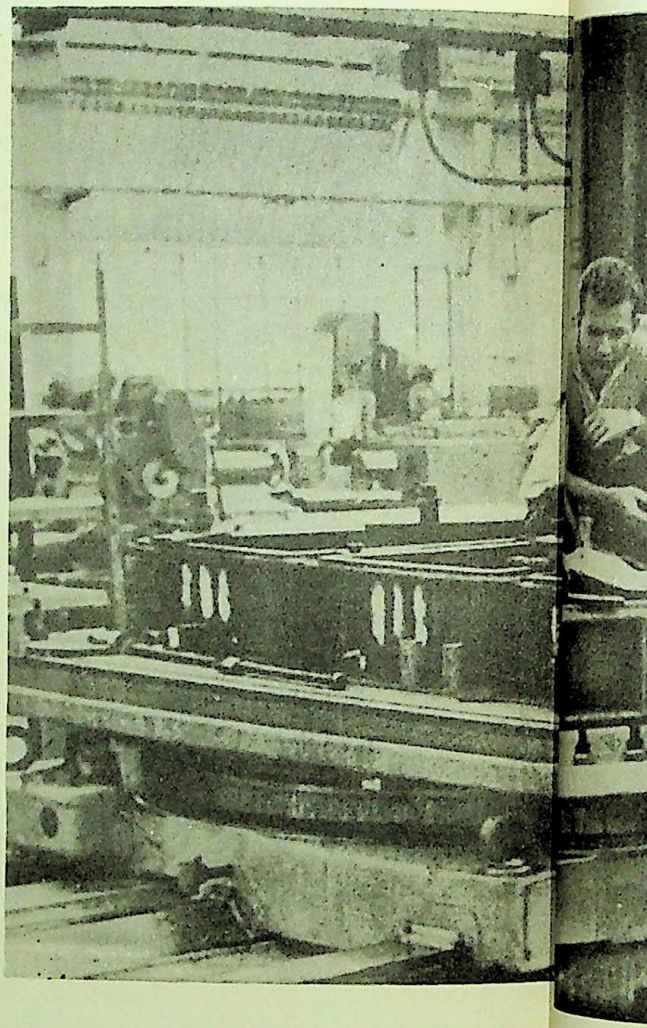

رانچی کے بھاری مشین سازی کے کارخانے کا ایک کھاتہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صنعت سازی چھوٹے اور درمیانی قسم کے کارخانوں پر مبنی ہو اس کے لئے نہ صرف زیادہ پیسے اور وقت کی ضرورت ہوگی بلکہ اہم ترین بات یہ ہے کہ اس قسم کے کارخانے بھاری صنعت کے لئے مشینیں اور آلات پیدا نہ کر سکیں گے۔

اور ہندوستان نے بھی یہی راستہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ مجھے یاد ہے کہ میرے انجینئر ساتھیوں نے اس بالکل صحیح فیصلے کا خیر مقدم کیا تھا۔

جب سوویت امداد سے رانچی میں بھاری مشین سازی کا کارخانہ تعمیر کرنے کا فیصلہ ہوا تو مجھے اس کا پروڈکشن ڈزائنر مقرر کیا گیا۔ اس طرح اس کارخانے اور ہندوستان سے میری واقفیت شروع ہوئی۔

ہم نے جلدی ہی کام شروع کر دیا۔ ہمیں اس کام کی اہمیت کا پورا احساس تھا۔ رانچی کا بھاری مشین سازی کا کارخانہ ہندوستان کے سب سے بڑے صنعتی کارخانوں میں ہوگا۔ اس کی سالانہ پیداوار ۸۰ ہزار ٹن ہوگی اور بھاری صنعت کے لئے مختلف قسم کی مشینوں پر مشتمل ہوگی۔ اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہندوستان نئے کارخانے تعمیر کرے گا۔ کوئلے کی نئی کانیں بنائے گا۔ خام دھات اور تیل کی پیداوار بڑھائے گا۔ یہ کارخانے کی ڈزائن سازی کا کام جب قریب ختم پہنچا تو ڈزائن سازوں کا ہمارا گروپ زیادہ فکرمند ہوا۔ "ہم نے کام کیسا کیا؟" "کیا ہمارے ہندوستانی دوست ہمارے پروجیکٹ سے مطمئن ہیں؟"

ہم اس موڈ میں کاغذات کی موٹی موٹی ۲۵ جلدیں لیکر ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے۔

ہمارے جو ساتھی ہمیں رخصت کرنے آئے تھے انھوں نے ہماری ہمت افزائی کی۔

"پریشان مت ہونا۔ یاد رکھو کہ تم دوستوں کے درمیان جا رہے ہو۔ اور دوست ہمیشہ ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔"

نئی دہلی میں ہمارا بڑا شاندار استقبال ہوا۔ پھول پیش کئے گئے۔ ہر چہرے پر مسکراہٹ تھی اور ہاتھوں میں گرمی۔ ہم نے محسوس کیا کہ ہم اپنے دوستوں کے درمیان آ گئے ہیں۔

"ہم بے چینی سے آپ لوگوں کا انتظار کر رہے تھے۔" ایک ہندوستانی عہدیدار نے ہم سے کہا۔ "آپ لوگ کافی طاقتور ہوں گے کہ ایک پورا کارخانہ اپنے ساتھ لائے ہیں۔" اس نے ہنستے ہوئے کہا۔

مذاق برطرف سنجیدہ کام شروع ہوا۔ ہندوستانی ماہروں نے ہمارے پروجیکٹ کا گہرا مطالعہ کیا — اور ہم نے دیکھا کہ وہ مطمئن ہیں۔ رانچی کے بھاری مشین سازی کے کارخانے کے چیف پروجیکٹ آفیسر مسٹر کرشنا مورتی نے کاغذات دیکھے۔ وہ ادھیڑ عمر کے آدمی ہیں، بشرے سے ذہانت ٹپکتی ہے، بال کچھ کچھ پک رہے ہیں۔ وہ کاغذات پر سے کبھی کبھی نظریں اٹھا کر ہماری طرف تعریف کے طور پر دیکھتے۔ بعد میں ساتھ کام کرتے ہوئے ہم گہرے دوست ہو گئے۔

تفصیلی مطالعے کے بعد ہمارے پروجیکٹ کو تسلیم کر لیا گیا۔ اس سے بڑھ کر یہ بات ہوئی کہ مسٹر کرشنا مورتی نے کہا کہ سوویت پروجیکٹ کو ہمارے کام کا اٹل قانون بن جانا چاہیئے۔ انھوں نے کہا کہ ہندوستانی انجینئروں اور ٹکنیکل لوگوں کو اسے یاد کر لینا چاہیئے اور سوویت ماہرین سے سیکھتے رہنا چاہیئے۔

پروجیکٹ رپورٹ کے مطالعے کے بعد ہم رانچی چلے گئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جہاں تعمیر کا کام شروع ہو چکا تھا۔

سوویت مشینوں کی آمد

رانچی میں کام کرنے سے ہمیں معلوم ہوا کہ کئی طرح سے سوویت یونین کے ساتھ اس کے رشتے ہیں۔ یہاں ماسکو، تاشقند، سورد لوسک، نووہ کراماتورسک، لینن گراد اور الما آتا سے مختلف قسم کی مشینیں اور آلات آئے تھے۔ تمام سوویت کارخانوں نے رانچی کے آرڈر بالکل وقت پر پورے کئے اور بہت اعلیٰ قسم کی مشینیں دیں۔ ہمارے ہندوستانی دوستوں کو کسی شکائت کا کبھی موقع نہیں ہوا۔

اس کے برعکس ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ مجھے بخوبی معلوم تھا کہ سوویت کارخانے ہمارے ہندوستانی دوستوں کے لئے آرڈر کس شوق سے بھیجتے تھے۔ انھیں یاد دہانی کرانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ ہندوستان سے جیسے ہی آرڈر ملتا اسے فوراً پورا کرنے کا کام شروع ہو جاتا۔ اس میں حیرت کی کوئی بات ہی نہیں ہے: سارے سوویت عوام کی توجہ ان کارخانوں پر مرکوز ہے جو سوویت امداد سے ہندوستان میں تعمیر ہو رہے ہیں۔

ہندوستانی آرڈروں کے متعلق اس رویے کا خاطر خواہ جواب رانچی میں ملتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک سوویت مشین کارخانے کے ایک کھاتے کو دی گئی جبکہ مسٹر کرشنا مورتی وہاں موجود تھے۔ انھوں نے ماہرانہ طور پر غور سے مشین کو دیکھا اور نووہ کراماتورسک مشین سازی کے کارخانے کا ٹریڈ مارک دیکھ کر تعریفاً بولے:

"میں بہت سے ملکوں میں گیا ہوں اور میں نے ہزاروں قسم کی مشینیں دیکھی ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ یہ مشین دنیا کی بہترین مشینوں سے اگر بہتر نہیں تو ان سے کسی طرح کمتر بھی نہیں ہے۔"

واقعہ یہ ہے کہ رانچی کو سوویت یونین سے ایسی مشینیں ملی ہیں جیسی ہندوستان میں اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئیں۔ اس لئے انھیں بے حد پسند کیا گیا۔ مجھے یاد ہے کہ میرے ہندوستانی دوستوں نے بے مثال بڑی بورنگ اور گیر کٹنگ مشینوں کو کتنا پسند کیا تھا جو سوویت یونین سے اس وقت آئی تھیں۔ کئی دن تک لوگ ان کے گرد جمع ہوتے رہے اور ان پر تبصرے کرتے رہے۔ ایک دن ایک نوجوان نے بڑے رشک کے ساتھ کہا:

"کاش میں بھی ایسی مشینیں چلا سکتا۔"

"تو پھر کیا کرتے؟" کسی نے طنز کیا۔

"ارے میں دکھا دیتا...." وہ بولا اور سب ہنس پڑے۔

یہ صرف ایک دلچسپ واقعہ ہی نہیں ہے۔ ہم سوویت ماہرین کو یہ دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ رانچی میں کام کرنے والے لوگوں میں ٹکنیکل مہارت حاصل کرنے کی کتنی اُمنگ اور تڑپ تھی۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ وہاں غیر ہنرمند مزدور باہنر بننے اور مشینیں چلانے کا خواب دیکھا کرتے تھے۔ اب انھیں ایسا کرنے کا پورا موقع حاصل ہے۔ مکمل ٹکنیکل اور اقتصادی آزادی کی جدوجہد میں کئی صنعتیں قائم کرنا فیصلہ کن عنصر ہے لیکن واحد عنصر نہیں ہے۔ ملک کے اندر بڑے کارخانے بن سکتے ہیں لیکن عین ممکن ہے کہ وہ انھیں چلا نہ سکے۔ چلانے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے پاس تربیت یافتہ انجنیئر، ٹکنیکل کارکن اور مزدور ہوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہندوستان میں اس کا پورا احساس ہے۔ رانچی کے بھاری انجینئرنگ کارپوریشن اور بھاری مشین سازی کارخانے کے منتظمین کو اس کا پورا احساس ہے۔ اس کارخانے کو ہزاروں ماہر کارکنوں کی ضرورت ہوگی۔

اس بات کے پیشِ نظر رانچی میں کارکنوں کی ٹریننگ کا ایک جامع پروگرام چلایا جاتا ہے۔ سوویت ماہرین سے بات چیت کرتے ہوئے مسٹر کرشنا مورتی نے ایک بار ماہر مزدوروں کی تربیت کی ضرورت کی طرف خاص طور پر توجہ دلائی۔ انھوں نے سوویت ماہرین کی بڑی تعریف کی کہ یہ لوگ اس غیر معمولی اہمیت کے کام میں عملی حصّہ لے رہے ہیں۔

یہ واقعہ ہے کہ ہمارے ماہروں نے پوری کوشش کی کہ سوویت مشینیں اور آلات ان لائق ہاتھوں میں پہنچیں جن کی اردو کے شاعر علی سردار جعفری نے یوں تعریف کی ہے:ے

ان ہاتھوں کی تعظیم کرو
ان ہاتھوں کی تکریم کرو
دُنیا کے چلانے والے ہیں
ان ہاتھوں کو تسلیم کرو

تاریخ کے اور مشینوں کے پہیوں کی روانی ان سے ہے
دُنیا کا فسانہ ان سے ہے، انساں کی کہانی ان سے ہے
تہذیب کی اور تمدّن کی بھرپور جوانی ان سے ہے
ان ہاتھوں کی تعظیم کرو

صنعت کے سردار

بھاری انجینئرنگ کارپوریشن کے چیئرمین مسٹر ٹی۔ آر۔ گپتا سے مجھے ملنے کا اکثر اتفاق ہوتا تھا۔ ایک بار انھوں نے کارخانے کے تکنیکی عملے کا ذکر کیا۔

"ہمارے سامنے یہ واقعی بہت بڑا مسئلہ ہے" وہ بولے "کارخانے کو ہزاروں ماہر انجینئروں، ٹیکنیکل کارکنوں کی ضرورت ہے جنھیں تجربہ بھی ہو۔ اور ہم آپ کے ساتھ مل کر یقیناً اس مسئلے کو حل کر لیں گے۔"

اس کے بعد انھوں نے کہا کہ ہندوستانی ماہرین مختلف کارخانوں اور سکشنوں کی تعمیر اور انھیں چالو کرنے کے پیچیدہ مسائل کو کامیابی سے حل کرنے لگے ہیں۔ اس کام میں تجربہ کار سوویت ماہرین ان کی مدد کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا۔ "مشکل آن پڑنے پر وہ ہمیشہ ہمیں دکھاتے ہیں کہ پیچیدہ صورت حال میں کیا کرنا چاہیئے، کیا فیصلہ کرنا چاہیئے۔"

ہم سوویت ماہرین اپنا فرض سمجھتے ہیں کہ اپنے ہندوستانی ساتھیوں کو اپنے تجربے اور علم میں شریک کریں۔ ہم نے کوشش کی ہم سے جو بھی سوال کیا جائے وہ جواب سے محروم نہ رہے۔ کارخانے کے چیف انجینئر مسٹر اوکیل نے ایک بار کہا کہ سوویت ماہرین کے ساتھ کام کرنا بہت آسان ہے کیونکہ یہ لوگ سب کو برابر کا سمجھتے ہیں، اپنے ما

کارخانے کے ڈائرکٹر مسٹر کرشنا مورتی سوویت یونین کی دہلی راہ کی کونسل کے نائب چیئرمین وی۔ ای۔ دمشتس کو کارخانہ دکھا رہے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

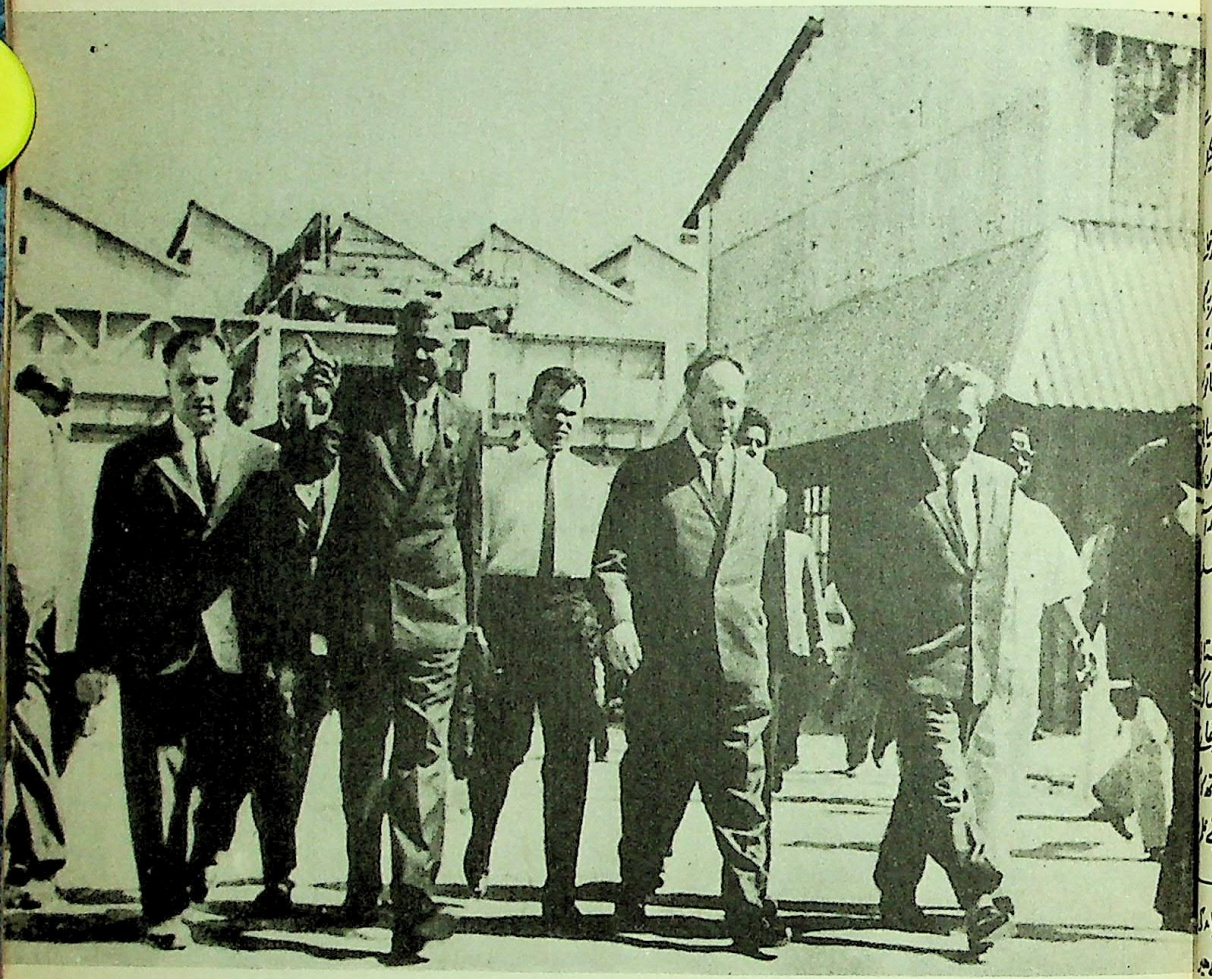

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اکڑتے نہیں ہیں۔ صاف گو اور حلیم الطبع ہیں۔

ہندوستانی نظم ونسق کے لوگ ان انجنیئروں اور ٹکنیکل کارکنوں سے بہت آس لگائے ہوئے ہیں جنھیں سوویت یونین میں تربیت ملی ہے یا مل رہی ہے۔ ہندوستانی ماہرین سوویت یونین سے علم اور تجربہ لے کر واپس آتے ہیں۔ انھیں عام طور پر بہت ذمے دار جگہ متعین کیا جاتا ہے۔

مثلاً اسٹیل اسٹرک چرشاپ کے سپرنٹنڈنٹ مسٹر پرشاد کو لیجئے جو نسبتاً نوعمر آدمی ہیں۔ انھوں نے پروڈکشن کی تربیت جنوبی اورال مشین سازی کے کارخانے واقع اورسک میں حاصل کی۔

مسٹر پرشاد کو اورسک میں اپنے علم میں اضافے کے جو مواقع ملے ان کا وہ ہمیشہ محبت سے ذکر کرتے ہیں۔

"اگر مجھے سوویت یونین میں عملی تربیت نہ ملتی تو میں اسٹیل اسٹرک چرشاپ کے سپرنٹنڈنٹ کے ذمے دار عہدے پر نہ پہنچتا۔" انھوں نے کہا۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ سوویت یونین میں عملی تربیت حاصل کر کے واپس آنے کے بعد ہندوستانی ماہر نہ صرف اپنے کارخانے کے لئے زیادہ بہتر کام کر سکتا ہے بلکہ دوسرے ہندوستانی انجنیئروں اور ٹکنیکل کارکنوں کے لئے علم کا ذریعہ بھی بنتا ہے۔

مستقبل کی ایک جھلک

بھاری مشین سازی کا کارخانہ تیز رفتاری سے بن رہا ہے۔ یہ اس وجہ سے ممکن ہو سکا کہ سوویت اور ہندوستانی ماہرین اور مزدور مل کر کام کر رہے ہیں، مشینیں اور آلات وغیرہ سوویت یونین سے وقت پر آ رہے ہیں۔

ایک ہندوستانی کہاوت کچھ اس طرح ہے کہ "اگر کام میں مدد ہو تو کامیابی یقینی ہے۔" ہندوستان کے ایک بہت بڑے صنعتی کارخانے کی تعمیر سوویت اور ہندوستانی ماہروں اور مزدوروں کی خواہش کے عین مطابق ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک چاہے ہندوستانی شہری ہو یا سوویت شہری کام کو مستعدی سے کرنا اپنے لئے قابلِ فخر سمجھتا ہے۔

اسی بنیاد پر سوویت اور ہندوستانی ماہروں اور کارکنوں کے درمیان تعاون روز بروز بڑھ رہا ہے۔ ہندوستانی انجنیئر اور ٹکنیکل کارکن دل وجان سے چاہتے تھے کہ سوویت یونین کے پیداواری طریقے سیکھیں اور اپنے کام میں انھیں برتیں۔

اس کی وجہ سے کارخانے کے مجوزہ نشانے پورے ہونے ہیں۔ ابھی کارخانہ مکمل نہیں ہوا ہے۔ لیکن کئی کھاتے اور سکشن چلنے لگے ہیں جیسے مشینی اوزار، ٹکنیکل دیکھ ریکھ، کوکنگ کیمیکل، ڈرائنگ گیئر، درمیانی اور چھوٹے درجے کی مشینیں وغیرہ۔ یہاں پہلی پیداوار یعنی لوہے کے ڈھانچے تیار ہونے لگے ہیں جنھیں بھاری مشین ساز کے کارخانے میں استعمال کیا جائے گا اور بھلائی اسپات کارخانے کے لئے پرزے بھی بننے لگے ہیں۔

یہ چیزیں اس کارخانے کی بنیادی پیداوار نہیں ہیں لیکن پھر بھی یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوئی کہ یہاں کام کرنے والوں میں اس سے کتنی مسرت کی لہر دوڑی اور مزدوروں میں کیسا جوش وخروش پیدا ہو

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

وہ دن دُور نہیں ہے جب اس کارخانے سے ہزاروں چیزیں بن کر نکلیں گی اور طرح طرح کی چیزیں ہوں گی جن میں کسی کا وزن چند گرام ہوگا تو کسی کا سیکڑوں ٹن، کوئی چند ملی میٹر کی ہوگی اور کوئی درجنوں میٹر کی۔

وہ دن بھی دُور نہیں جب اس کارخانے میں بھلائی اسپات کارخانے کی آٹھویں ہوا بھٹی اور نئے بوکارو اسپات کارخانے کیلئے مشینیں بننے لگیں گی۔

اور وہ دن بھی دُور نہیں جب اس کارخانے سے سلیبنگ ملیں، بلومنگ ملیں، دوسری اور ملیں بن کر نکلنے لگیں گی اور طاقتور برقی کرین، کھدائی کی مشینیں، ڈرلنگ مشینیں، فورج ہتھوڑے اور دوسرا سامان تیار ہوگا۔ دوسرے لفظوں میں ہندوستان آج کل جو چیزیں باہر سے منگاتا ہے اور انھیں حاصل کرنے کے لئے قیمتی زرِمبادلہ خرچ کرنا پڑتا ہے وہ سب یہاں بننے لگیں گی۔

اور بھاری مشین سازی کے کارخانے کی ان تمام چیزوں پر ہندوستان کا ٹریڈ مارک ہوگا "ہندوستان کی بنی ہوئی"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

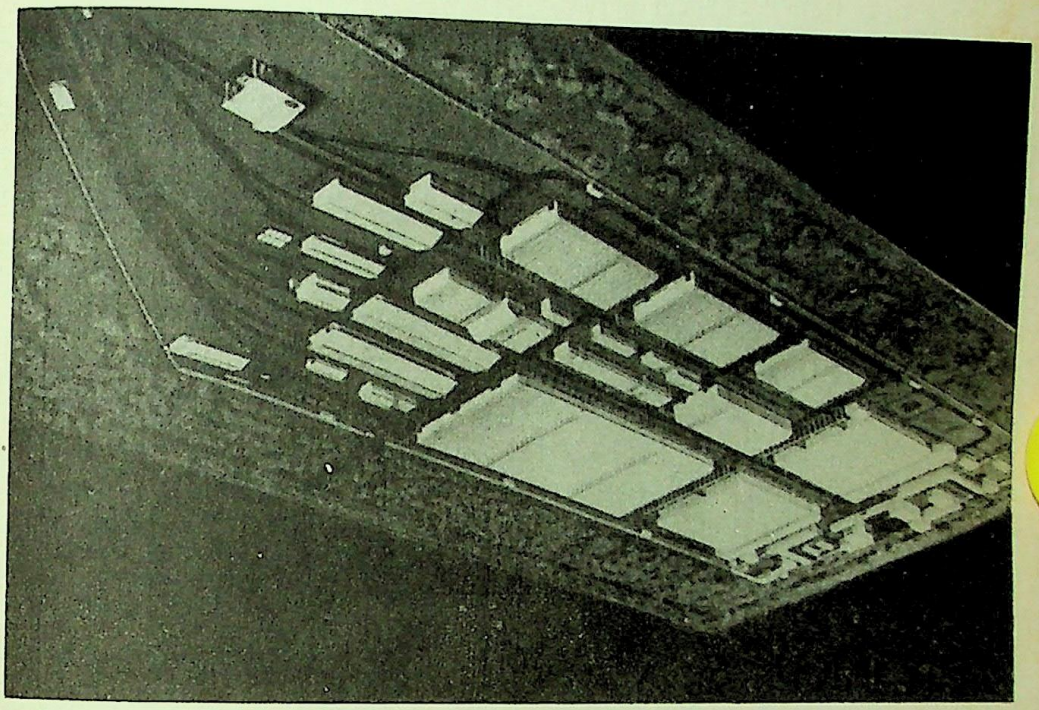

ہندوستانی پام
اور
روسی فر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

از: وی۔ جی۔ سروفسکی

سوویت انجینئر

درگاپور کے کوئلے کی کانکنی کے کارخانے میں

۱۹۶۳ء اور ۱۹۶۴ء میں کام کیا

... ہوائی جہاز میں رات کو خنکی سی محسوس ہو رہی ہے۔ ہر شخص سو رہا ہے۔ تین گھنٹے سے ہم لوگ پرواز کر رہے ہیں۔ اب سیاہی چھٹ رہی ہے اور آہستہ آہستہ اُفق پر روشنی پھیلتی جا رہی ہے اور پھر سچ مچ عجیب و غریب منظر نظر سے گزرتا ہے۔ سرخ، نیلے، پیلے اور نارنجی پہاڑ رنگین فضاؤں سے اُبھرنے لگے۔ یہاں صرف سات بنیادی رنگ نہیں ہیں جو ہمیں اسکول میں بتائے گئے تھے بلکہ سات ہزار رنگ بکھرے ہوئے ہیں اور سب بنیادی رنگ ہیں۔

جنگل میں ایک فیکٹری

آخر میں مشرق میں پہنچ گیا۔ اس کا عجوبہ پن مجھ پر چھایا ہوا ہے ہر طرف خوبصورت پرندے ہیں۔ لیکن عام گوریا بھی نظر آتی ہے۔ مرد سفید لباس میں اور عورتیں رنگ برنگی ساریوں میں ملبوس ہیں۔ ٹریفک کے قاعدوں قانونوں کو توڑتی ہوئی پوتر گائیں سڑکوں پر پھر رہی ہیں۔

... درگاپور مغربی بنگال۔ ہمارا ہاسٹل جنگل میں ہے۔ یہ صحیح ہے کہ بڑے بڑے درختوں کا معمولی سا جھنڈ بھی ہندوستان میں جنگل کہلاتا ہے۔ مجھے یہاں سے دہلی فلکستہ سڑک پر واقع اپنا کارخانہ نظر آتا ہے۔ سڑک پر رات دن بھاری بھاری لاریاں دوڑا کرتی ہیں۔ سڑک کے کنارے بڑا سا سائن بورڈ ہے جس پر لکھا ہے: "کوئلے کی کانکنی کی مشینوں کا کارخانہ، سوویت ہند تعاون سے، مرکزی حکومت ہند۔" اس سے آگے چل کر ایک اور بورڈ ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جس پر لکھا ہے "آپٹکل گلاس کا رخانہ، سوویت ہند تعاون سے" کہتے ہیں کہ دس برس میں درگاپور ہندوستان کے بہت بڑے صنعتی مرکزوں میں شمار ہونے لگے گا۔ اب بھی یہاں بہت سے کارخانے ہیں: اسپات کا کارخانہ، کاربن بلیک فیکٹری، ایک المونیم کا کارخانہ اور کئی دوسرے کارخانے۔

آج میں کارخانے بلکہ اس کی جاری تعمیر دیکھنے پہلی بار گیا۔ میں انسپکشن ٹیم میں کام کروں گا جو ان مشینوں کا معائنہ کرتی ہے جو سوویت یونین کے مختلف کارخانوں سے آتی ہیں۔ یہ کارخانہ سوویت ڈزائن کے مطابق تعمیر ہو رہا ہے۔ اس کے کھاتے بڑے بڑے اور روشن ہیں۔ اس کی چھتیں اور دیواریں اس طرح تعمیر ہوئی ہیں کہ دھوپ اندر نہ آنے پائے۔ زیادہ تر مشینی اوزار کام کے لئے لگ چکے ہیں۔

مشینیں ایک قطار میں لگی ہوئی ہیں اور ہر طرف صاف ستھرا ہے۔ دفعتاً ایک گائے کھاتے میں داخل ہوتی ہے، دھیرے دھیرے ایک مشین کی طرف بڑھتی ہے اور اس کے لوہے کو چاٹ کر وہیں بیٹھ کر سو جاتی ہے۔

... ہمارے ہاسٹل کے بازو میں ہندوستانی انجنیئروں کے لئے ایک ہاسٹل ہے۔ یہ سب نوجوان ہیں، خوش مزاج اور ملنسار ہیں۔ کئی ہمارے برآمدے میں پنگ پانگ کھیلنے آتے ہیں۔ ہمارے یہاں مقابلے بھی ہوتے ہیں۔ پنگ پانگ میں ہم ہار گئے لیکن والی بال اور شطرنج میں جیت گئے۔ ہار سے دھات کے انجنیئر پرسانت رائے چودھری کو کوئی صدمہ نہیں ہوا۔ انھوں نے کہا۔ "یہی کافی ہے کہ ہم نے شطرنج ایجاد کی ہے۔"

... ماسکو میں سردی کا زمانہ ہے اور یہاں ایک سوویت انجنیئر کو لو لگ گئی۔

"میں نے پہلی بار برف گرتے دیکھی"

کل ہماری چھٹی تھی اور ہم نے اسکول کا کھیل کا میدان صاف کیا۔ درختوں کے گرد زمین کھودی، گرے ہوئے پتے صاف کئے، میں نے کیلے کے درختوں کو پانی دیا۔ گرمی زیادہ نہیں تھی، صرف ۳۰ ڈگری سینٹی گریڈ۔

"ہلو ولیری" ایک ہندوستانی نوجوان نے مجھے اسکول کے احاطے کے باہر سے آواز دی۔ "چھٹی کے دن کیوں کام کر رہے ہو؟" میں نے سمجھایا۔

"میں کچھ مدد کروں؟"

... نئے سال کی آمد کے سلسلے میں ہم نے کلب کو سجانا شروع کیا اور مصنوعی برف کے گالے لگائے۔ ہمارے باورچی انتھونی نے پوچھا، کیا ہے۔ میں نے سمجھایا اور کہا کہ روس میں اتنی برف گرتی ہے جیسے ہندوستان میں دھوپ ہوتی ہے۔

"میں نے تو پہلی بار برف دیکھی ہے" انتھونی نے کہا۔ "مجھے تو سردی لگنے لگی۔"

میں نے کہا بہتر ہے ایرکنڈیشنر سے ہٹ جاؤ۔ اس کی پیٹھ پر سرد ہوا چل رہی تھی۔

ہمارا کنسرٹ بہت مقبول ہوا۔ خاص طور پر ہمارا آپرا "کوئی ہمارا اکیلا نہ رہے"۔ ہم سب کو خوب مزا آیا۔ پہلی بات تو یہ کہ درگاپور میں پہلا آپرا ہوا تھا۔ دوسرے یہ کہ تولستوف نے جنھوں نے ٹریڈ یونین خزانچی کا پارٹ کیا ایک بھی غلطی کئے بغیر خوب گایا۔ میں یہ تو نہیں کہہ سکتا

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ہمارے آپرا سے آپرا آرٹ کو کچھ لا لیکن اس نے ہماری زندگی اور کام کی نمائندگی ضرور کی۔

آج نیا سال ہے اور درجۂ حرارت ۳۰ ڈگری سینٹی گریڈ صفر سے اوپر ہے۔ ماسکو میں بھی آج کے دن درجۂ حرارت ۳۰ ڈگری سینٹی گریڈ ہو جاتا ہے لیکن صفر سے نیچے۔

... بالن اچھا آدمی ہے۔ وہ اسٹور کیپر ہے اور اس سامان کی حفاظت کرتا ہے جو کھلے میں نہیں رکھا جا سکتا۔ مشینوں کے متعلق اس کا علم کسی انجینیر سے کم نہیں ہے۔ اس نے کہا کتنی خراب بات ہے کہ اسٹور روم اتنا بڑا نہیں ہے کہ اس میں سوویت یونین سے آئی ہوئی ساری مشینیں رکھی جا سکیں۔ مشینیں بہت اچھی ہیں" اس سے پہلے کہ بارش شروع ہو" اس نے کہا "تم لوگوں کو کام تیز کر دینا چاہیئے"۔ ہم نے ایسا ہی کیا۔ روزانہ ہم کوئی ایک درجن کریٹ دیکھنے لگے اور اسٹور روم میں بھیجنے کے بجائے انھیں سیدھے کھاتوں میں بھیجنے لگے۔ بالن روز صبح کھلے میدان والے اسٹور کے پاس ملتا ہے اور کہتا ہے "گڈ مارننگ۔ آج کا دن سخت ہوگا۔ بہت سی چھوٹی چھوٹی چیزیں دیکھنا ہیں"۔ یا کہتا ہے "آج کا دن آسان ہے ۔ نووسی برسک"۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آج ہمیں نووسی برسک مشین سازی کے کارخانے سے آیا ہوا سامان دیکھنا ہے یہ بہت اچھا سامان ہے اور اچھی طرح پیک کیا ہوا ہے۔ "نووسی برسک" کے معنی بالن کے یہاں یہی ہیں۔ صرف یہی شہر نہیں بلکہ کئی دوسرے سوویت شہروں کا یہی حال ہے۔

... ۲۶ جنوری یوم جمہوریہ ہے۔ ساری عمارتوں پر ہندوستان کا قومی ترنگا جھنڈا لہرا رہا ہے۔ صبح ہمارے کارخانے میں جلسہ ہوا۔ جلسہ مختصر ہوا۔ لمبی تقریریں نہیں ہوئیں۔ صرف چند اعداد و شمار بیان کئے گئے۔ ہر چیز واضح ہے۔ سیاسی آزادی بڑی چیز ہے لیکن کافی نہیں ہے۔ ہندوستان کو بھاری صنعت کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کو انجینیروں کی ضرورت ہے۔ ہندوستان کو اقتصادی آزادی کی ضرورت ہے اور سوویت یونین ہندوستان کی مدد کر رہا ہے۔ یہ بین الاقوامیت ہے۔

ٹیگور یونیورسٹی

مارچ میں گرمی شروع ہو جاتی ہے۔ خیر مچھر تو ختم ہو جائیں گے۔ لیکن سچی بات یہ ہے کہ مجھے ان سے کوئی پریشانی نہیں ہے۔ جب وہ غائب ہو جائیں گے تو برساتی کیڑے آجائیں گے اور پھر سانپ اور بچھو۔

"ماں دیکھو میں نے کتنا بڑا کیڑا پکڑا" چار سال کی گالیا خوشی سے پھولی نہیں سمائی۔ لیکن ماں بیہوش ہو جاتی ہیں۔ گالیا کے ہاتھ میں جو "کیڑا" ہے وہ زہریلا سانپ ہے۔ ماں کو غش آتے دیکھ کر گالیا نے "کیڑا" چھوڑ دیا اور ماں کی طرف روتی ہوئی دوڑی۔ "ماں تمھیں کیا ہو گیا؟"

جب کیڑے سانپ اور بچھو غائب ہو جاتے ہیں تو ٹڈیاں آجاتی ہیں۔ اس طرح نیچر میں ہر دوسرے تیسرے مہینے "چوکیدار بدلتے رہتے ہیں"۔

... نجومیوں نے پیش گوئی کی تھی کہ ہولی اس سال ۲۸ مارچ کو ہوگی۔ ہولی بہار اور رنگ کا تہوار ہے۔ اس دن کوئی کسی کے بھی رنگ مل سکتا ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ آپ کی صحت اور سلامتی کا خواہاں ہے آپ کو چاہیئے کہ انکار نہ کریں ورنہ اپنے خیر خواہ کو تکلیف پہنچائیں گے۔

... شانتی نکیتن۔ لمبے لمبے پام کے درخت جن میں سرخ اور زرد پھول ہیں۔ ٹیگور یونیورسٹی کے پھاٹک پر صرف ایک مجرد مجسمہ ہے جو یہ بتاتا ہے کہ ہم بیسویں صدی میں ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

جن کے ہاتھ میں جگہ کی دیکھ بھال ہے ان کے پاس ٹیگور کا ایک پرانا ملازم ہے۔ اس سے پوچھا تمھاری عمر کیا ہے۔ جواب ملا "جب ہمارے گرو دیو کا دیہانت ہوا تو میری عمر رک گئی اور اس وقت سے میں بوڑھا نہیں ہو رہا ہوں۔"

سب جانتے ہیں کہ ٹیگور ادیب تھے، فلسفی تھے اور رہنما تھے۔ لیکن سوویت یونین میں کم لوگ جانتے ہیں کہ ٹیگور مصور بھی تھے۔ انھوں نے مصوری کی تعلیم کبھی حاصل نہیں کی۔ بس وہ ایسے ہی تصویریں بنانے لگے۔ عورتوں کی تصویریں، جانوروں، مناظر کی تصویریں، عام کمپوزیشن، انڈین انک میں تصویریں یا پانی کے رنگ سے تصویریں۔ اتنی سادہ ہیں یہ تصویریں کہ آپ بھی گھر آکر ایسی تصویریں بنا سکتے ہیں....

لیکن بات یہ ہے کہ پیچیدہ چیزوں کو سادے طریقے سے پیش کر دینا بہت مشکل ہے۔ افسوس ہے کہ ان کی تصویروں کی نقلیں سوویت یونین میں نہیں ہیں۔

دوستی کا لوہا

... عمارت سازی کا کام تقریباً ختم ہو چکا۔ کارخانے میں پیداوار شروع ہو چکی۔ یہاں پمپ بننے لگے۔ پہلی کنویر لائن بن کر تیار ہو گئی۔ نوجوان ہندوستانی انجنیئر سوویت یونین میں گارلوکا، خارکوف، دونتسک اور دوسرے شہروں میں پیداوار کی تربیت لے کر واپس آئے ہیں۔ کل ایک دوسرا گروپ ایک سال کیلئے سوویت یونین جا رہا ہے۔ پرسانت رائے چودھری نے کہا۔ "کچھ لوگ بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں۔ لیکن خیر میں کچھ اور روسی سیکھوں گا اور میں بھی جاؤں گا۔" وہ سوویت یونین نہیں گئے لیکن انھوں نے خود روسی سیکھی ہے اور اچھی طرح سیکھی ہے۔ چنانچہ انھوں نے بنگالی سے روسی میں ٹیگور کی درنظمیں ترجمہ کی ہیں۔

... ابھی ابھی ہم نے گنگا کا پل پار کیا ہے اور ٹرین رک گئی ہے یہ کاشی کا اسٹیشن ہے اور اس کے بعد بنارس۔ یہاں ہمیں کچھ انتظار کرنا پڑے گا روزانہ کوئی آٹھ ہزار یاتری سارے ہندوستان سے پیدل، گاڑیوں، ریل اور ہوائی جہاز سے گنگا اشنان کے لئے یہاں آتے ہیں۔

... آج اسٹیل فاؤنڈری میں ایک جلسہ ہوا تھا کیونکہ آج پہلی بار لوہا پگھلایا گیا تھا۔ کارخانے کیلئے یہ بہت اہم دن ہے۔ پہلے لوہے سے کارخانے کا امتیازی نشان بنایا گیا۔ ایک تختی پر بڑا سا پہیہ اور اس کے پہلو میں ایک طرف پام کا درخت اور داہنی طرف روسی فر کا درخت اور اس کے چاروں طرف یہ تحریر "ہند سوویت تعاون"۔

... آج آکسیجن اسٹیشن میں کمپریسر لگائے جانے کا جشن ہے۔ نوجوان سوویت مکینیکل انجنیئر شاشا شوریک کو اس کے دوست مترا، پائی، داس چٹرجی، مجومدار گنگولی اور پال گھیرے کھڑے ہیں۔ وہ سب امداد اور قیمتی مشورے کے لئے اس کا شکریہ ادا کر رہے ہیں۔ لیکن شاشا کھڑا شرما رہا ہے اور کہتا ہے: "بھئی کام تو تم لوگوں نے کیا ہے۔ تم نے یہ سب لگایا ہے، اسے ٹھیک کیا ہے اور سیمنٹ لگائی ہے۔ شکریہ تو تم سب کا ادا کرنا چاہیئے۔"

شانہ بشانہ کام کر رہے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

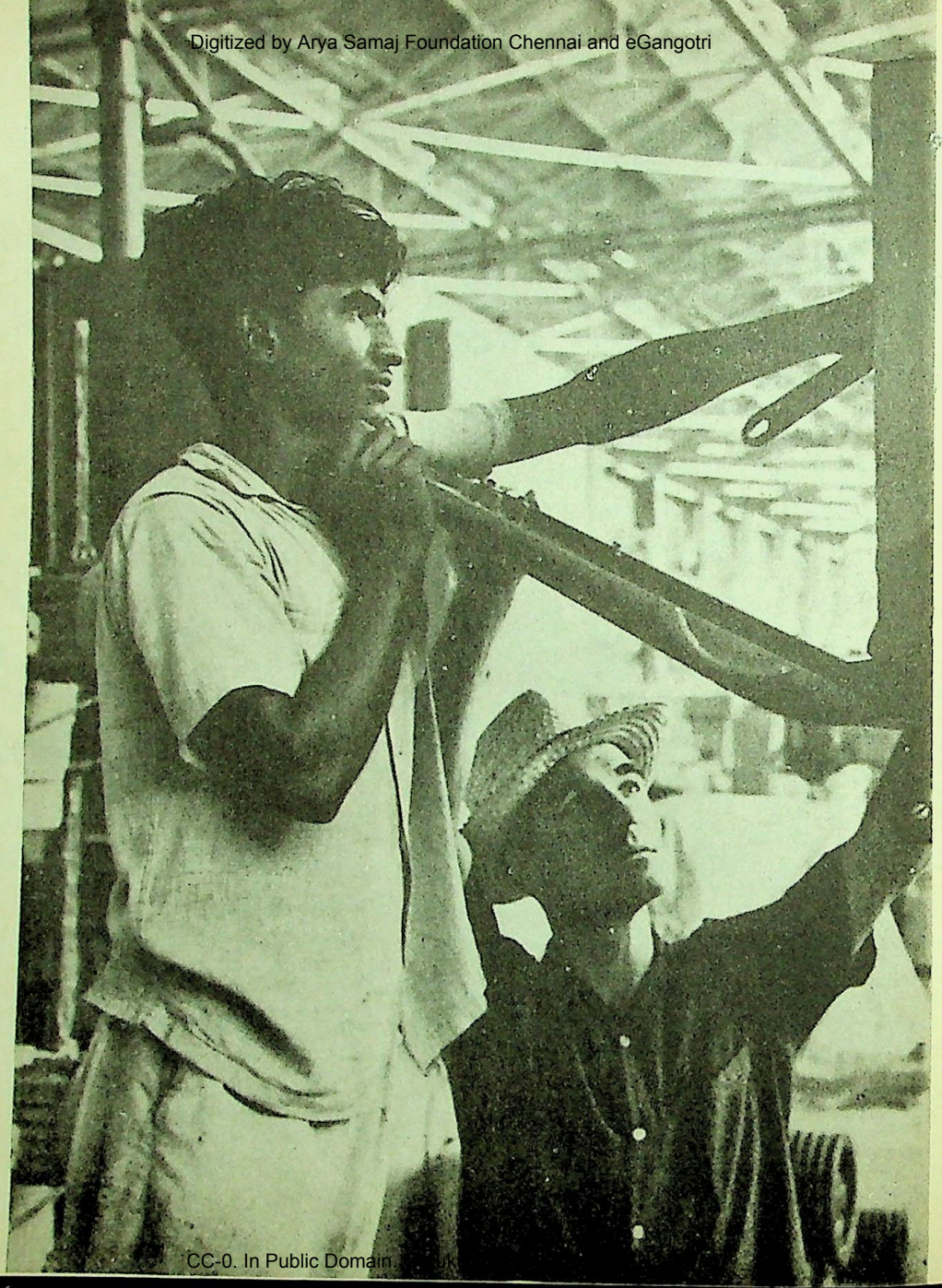

CC-0. In Public Domain.

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

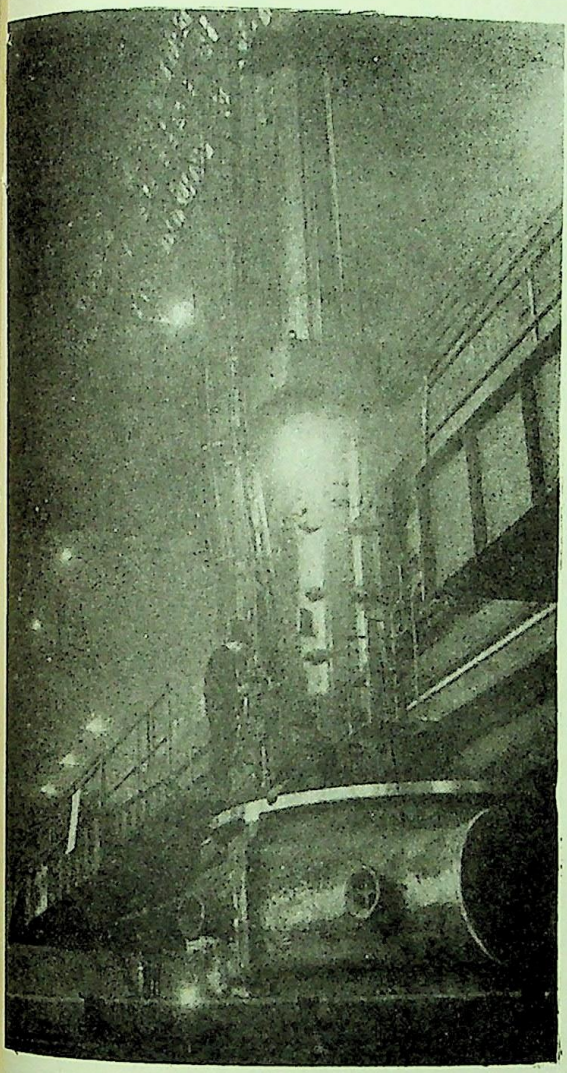

نیویلی
کی
روشنیاں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

از : وائی ۔ یو ۔ گرشکوف
سوویت بجلی انجینیر
نیو دہلی تھرمل بجلی گھر میں
۱۹۶۱ء سے ۱۹۶۳ء تک کام کیا

گزشتہ چند برسوں میں سوویت عوام نے آج کا ہندوستان اور اس کے عوام کے متعلق بہت کچھ معلومات حاصل کیں اور یہ دلچسپی کبھی کم نہیں ہوتی۔ یہ میں خود اپنے تجربے سے جانتا ہوں۔ ہندوستان سے واپسی پر مجھے جو بھی ملا اس نے طرح طرح کے سوال کئے۔ ہندوستان کی تاریخی عمارتوں کے متعلق، اس کے نئے پروجیکٹوں کے متعلق، ہندوستان کے لوگوں کے رہن سہن کے متعلق اور نہ جانے کن کن چیزوں کے متعلق۔ سوالوں سے پتہ چلتا ہے کہ یہ صرف معلومات کے لئے نہیں ہیں بلکہ وہاں کے لوگوں اور ان کی زندگی اور ان کے تابناک مستقبل سے دلچسپی کا اظہار ہیں۔

ایک سوال جو ہمیشہ کیا جاتا ہے وہ ہے "ہندوستان کے متعلق آپ کے تاثرات کیا ہیں؟"

اور شاید سب سے مشکل سوال یہی ہے۔ ہے یوں کہ ہندوستان سے بے شمار تاثرات لے کر آدمی واپس آتا ہے اور کئی دن تک ان پر بات ہو سکتی ہے۔ لیکن ہندوستان کے متعلق میں جو چیزیں نہیں بھول سکتا وہ ہے وہاں کی سچی دوستی کی فضا اور سوویت ماہر اور ہندوستانی ماہرین کے درمیان قریبی تعاون۔

جب میں ہندوستان جا رہا تھا تب بھی مجھے یقین تھا کہ مجھے پُرخلوص دوست ملیں گے۔ میں نے وہاں کے متعلق بہت سی اچھی باتیں سُنی تھیں، اس کے محنتی اور ذہین لوگوں کے متعلق، سوویت یونین

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے تعلق ہندوستانیوں کے جذبۂ دوستی کے متعلق۔ یہ باتیں مجھے سوویت اور دوسری مغربی کتابوں سے بھی معلوم ہوئی تھیں۔ چنانچہ آسٹریا کے ایک صحافی کچی رودسکی کی کتاب "ہندوستان نے اپنے آنسو پونچھ ڈالے" میں میں نے یہ پڑھا:

"جو بھی برطانوی اقتدار کے زمانے میں ہندوستان میں رہا ہو۔ اور میں رہا ہوں۔ وہ جانتا ہے کہ کسی گورے آدمی کیلئے وہاں کے عوام میں گھل مل جانا کتنا مشکل تھا۔ ان کے عدم اعتماد اور دوری کی وجہ تھی۔ پہلے ہر گورا دشمن سمجھا جاتا تھا۔ اس کی قومیت یا ملک میں کوئی تفریق نہیں کی جاتی تھی۔ دو دنیاؤں کو صرف رنگ کی بنیاد پر تقسیم کر دیا گیا تھا۔ آج ہر روسی چاہے وہ چھوٹے سے ہندوستانی گاؤں میں ہو یا بڑے شہر میں محبوب مہمان سمجھا جاتا ہے۔ سارے ملک میں سنائی دیتا ہے "روسی ہندی بھائی بھائی"۔"

لیکن ہندوستان کے متعلق سننا یا پڑھنا ایک بات ہے اور اپنی آنکھوں سے دیکھنا دوسری بات۔ یہ صحیح کہا گیا ہے کہ "ایک بار دیکھنا سو بار سننے سے بہتر ہے۔"

میں ان خوش قسمتوں میں ہوں جنھوں نے ہندوستان کو دیکھا ہے۔ میں نہ صرف وہاں گیا ہوں بلکہ نیویلی بجلی گھر کی تعمیر میں میں نے ہندوستانیوں کے شانہ بشانہ کام بھی کیا ہے۔

نیویلی... دس برس پہلے مجھے یہ تک معلوم تھا کہ کوئی ایسی جگہ بھی ہے۔ ملک کے شمالی علاقے میں بھی کم ہی ہندوستانی ہوں گے جنھوں نے جنوبی ہند کے اس گاؤں کا نام سنا ہو۔ ۱۸۷۰ء میں نیویلی میں لگنائٹ کے زبردست ذخائر ملے تھے۔ جنوبی ہندوستان میں بجلی کی کمی کی وجہ سے صنعتی ترقی میں مشکل پڑ رہی تھی لیکن اس کے باوجود سامراجیوں نے نیویلی کے ذخائر کو نظر انداز کر دیا۔ کوئی ملک ایسا نہیں ہے جہاں کے بیرونی حکمرانوں نے اس ملک کی قومی معیشت کو ترقی دینے کی فکر کی ہو۔

میں نے پہلی بار ایک اخبار کے مضمون میں ۱۹۵۵ء میں نیویلی کا نام دیکھا۔ اس مضمون میں کہا گیا تھا کہ ہندوستانی حکومت نے فیصلہ کیا ہے کہ نیویلی کے وسائل کی بنیاد پر وہاں کارخانوں اور بجلی کا ایک سلسلہ تعمیر کرے گی اور بجلی معدنی کھاد، کول بریکیٹ اور چائنا کی پیداوار کو ملائے گی۔

کچھ دنوں بعد مجھے پتہ چلا کہ سوویت حکومت نے اس پروجیکٹ کے اہم ترین حصے یعنی بجلی گھر کی تعمیر کے کام کا ذمہ لیا ہے۔ سوویت حکومت نے ہندوستان کو ضروری قرض دیا، نقشے تیار کئے، مشینیں دیں اور سوویت ماہر روانہ کئے کہ جا کر تعمیر میں اور بجلی گھر چالو کرنے میں ٹکنیکل مدد دیں۔ تیسری منزل کی تکمیل کے بعد نیویلی ہندوستان کا سب سے بڑا تھرمل بجلی گھر ہو جائے گا۔ اس کی بجلی — چار لاکھ کلوواٹ۔ نہ صرف نیویلی کے کارخانوں کو چلائے گی بلکہ ہندوستان کی جنوبی ریاستوں کو بھی روشنی دے گی۔

مجھے نیویلی جانے کے لئے کہا گیا اور ظاہر ہے میں نے بخوشی یہ پیشکش قبول کر لی۔

اس طرح میں نیویلی پہنچا۔ مجھے اعتراف ہے کہ اسی وقت مجھے جنوبی ہندوستان کی اقتصادی ترقی میں سوویت امداد سے بننے والے بجلی گھر کی اہمیت کا احساس ہوا۔ اب تک اس علاقے میں بجلی نہ ہونے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کے برابر تھی۔ دریاؤں کے وسائل ختم ہو چکے تھے۔ بہت سے دریا گرمی میں خشک ہو جاتے ہیں اور بجلی کی ضرورت بڑھ جاتی ہے۔ اسی لئے اس علاقے کی اقتصادی ترقی کے لئے بجلی گھر کی تعمیر بہت اہم ہے۔ ہندوستانی اخباروں نے لکھا کہ نیویلی کی بجلی ۵۰۰ درمیانی قسم کے کارخانے چلانے کیلئے یا دس ہزار گاؤں میں بجلی پہنچانے کے لئے یا ۸۰ ہزار آبپاشی کے پمپ چلانے کے لئے کافی ہوگی۔

میں نیویلی اس وقت پہنچا جب بجلی گھر کی تعمیر کا کام اپنے شباب پر تھا۔ میں نے ایک عالیشان پروجیکٹ کو بلند ہوتے دیکھا۔ سوویت اور ہندوستانی ماہر اور مزدور شانہ بشانہ کام کر رہے تھے اور مذاق میں کہا جا رہا تھا کہ سوویت ماہر دوہرا بوجھ اٹھاتے ہیں، یعنی کام کے علاوہ مشکل موسمی حالات کا بوجھ بھی اٹھاتے ہیں جس کے وہ بالکل عادی نہیں ہیں۔

ہندوستان کے مختلف طبقوں کے لوگ مجھ سے اور دوسرے سوویت ماہروں سے پوچھتے تھے: آپ اپنا ملک چھوڑ کر، اپنا طرز زندگی چھوڑ کر، اپنے عزیز و اقارب چھوڑ کر یہاں کئی کئی برس کے لئے کیسے آجاتے ہیں جہاں کے موسمی حالات بہت مشکل ہیں، جہاں کے رسوم اور اطوار مختلف ہیں؟ میں جواب دیا کرتا:

"بین الاقوامی فریضے کا احساس"۔

لیکن کچھ لوگ اس جواب سے مطمئن نہیں ہوتے تھے۔ چنانچہ مجھے سمجھانا پڑتا تھا کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ اپنے وطن سے دور رہنا بہت مشکل ہے۔ ہم سوویت شہریوں کو اپنا وطن یاد آتا ہے، خاص طور پر اپنا سوویت طرز زندگی جو ہمیں بہت عزیز ہے۔ اس کی غیر موجودگی کا احساس تو ہمیں اب ہوتا ہے جب ہم اس سے بہت دور ہیں۔

یہ سب تو ہے لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہندوستان میں کام کرنے والے سوویت ماہرین نئے سوشلسٹ سماج کے رکن ہیں جو بین الاقوامیت کی تعلیم میں رچے بسے ہیں۔ سوویت ریاست کے بانی عظیم لینن نے ہمیشہ سوویت عوام کو سکھایا کہ ان ملکوں کو نہ صرف اخلاقی اور سیاسی امداد دو بلکہ مادی امداد بھی دو جو نوآبادیاتی نظام کی وجہ سے اقتصادی طور پر پسماندہ رہ گئے ہیں تاکہ وہ مضبوط آزاد ریاستیں بن سکیں اور مشینیں استعمال کرنے لگیں اور اپنی محنت بچا سکیں۔

لینن کی اس ہدایت پر سوویت عوام عمل کرتے ہیں۔ ترقی کرتے ہوئے ملکوں کے ساتھ جن میں ہندوستان بھی شامل ہے سوویت یونین کے وسیع اقتصادی تعاون کی یہی بنیاد ہے۔ اور ان ملکوں میں جو سوویت ماہر کام کرتے ہیں ان کے ذہنوں میں یہی بات کارفرما ہے۔ دوسرے سوویت ماہرین کے ساتھ مل کر میں نے کوئی دو برس تک نیویلی میں کام کیا۔ ظاہر ہے میں سب کو جاننے لگا، سب کے جذبات، خیالات اور خواہشات سے واقف ہوا۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہم میں ایک بھی ایسا نہیں تھا جو اپنی پوری قابلیت اور محنت سے کام نہ کرتا ہو، اپنے تجربے اور علم کو استعمال نہ کرتا ہو۔ ہم سب کو احساس تھا کہ چاہے کتنا معمولی کیوں نہ ہو ہمارا کام ہندوستان کے عوام کے زبردست کام کا ضروری جزو تھا جو وہ نوآبادیاتی نظام کی چھوڑی ہوئی مشکلات کو دور کرنے کے لئے کر رہے تھے۔

میں نے بار بار اپنے ہندوستانی دوستوں کو سوویت ساتھیوں کے کام کی تعریف کرتے ہوئے سنا۔ یہ صرف تکلف کے لئے نہیں تھا بلکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

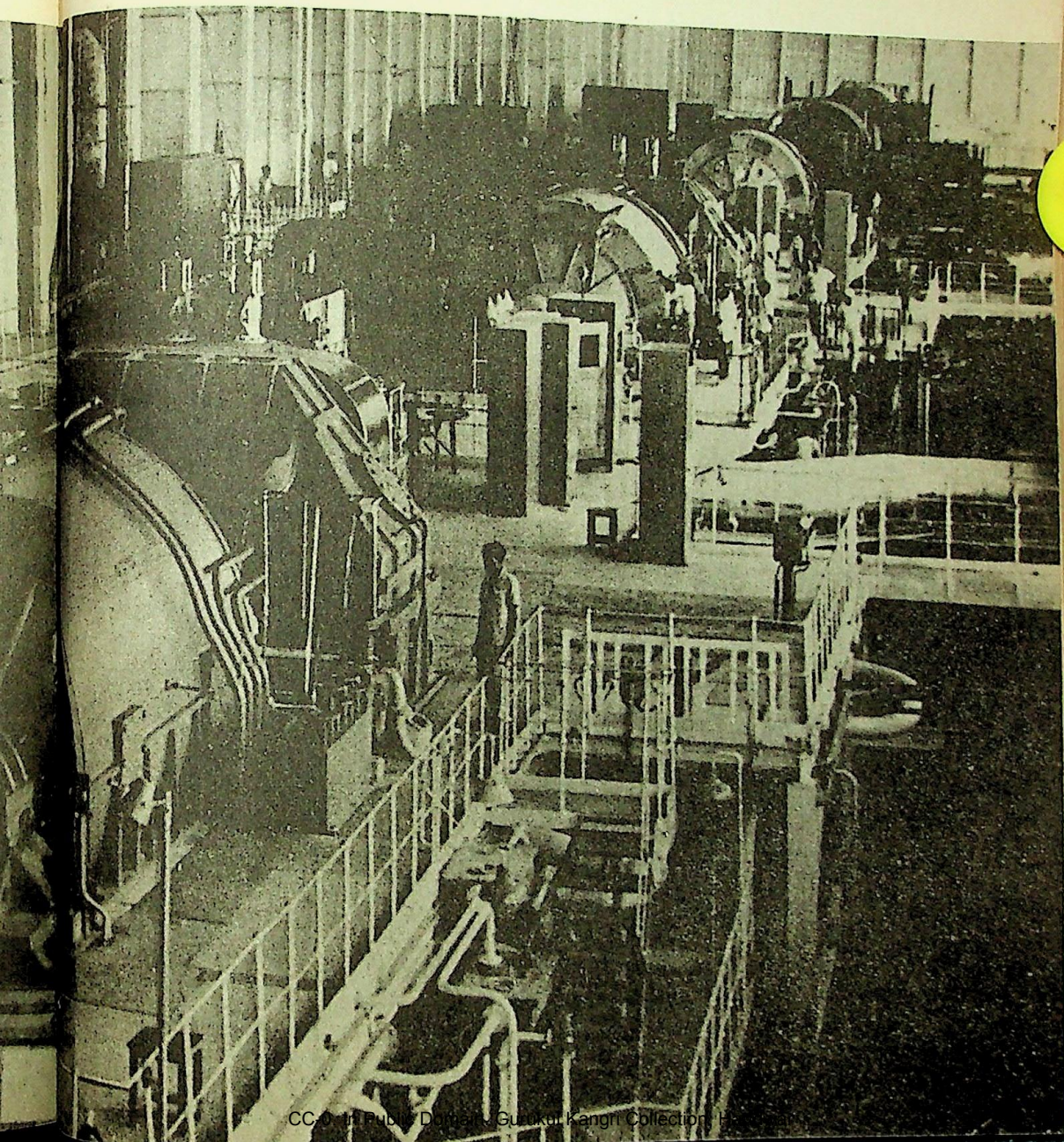

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

یہ الفاظ ان کے دل سے نکلے ہوئے تھے۔

مثلاً مجھے ٹربائن شاپ سپرنٹنڈنٹ مسٹر پربھو کے خلوص پر کوئی شک نہیں جب انھوں نے سوویت ماہر سیرولیف کے کام کی تعریف کی جن کا تعلق لینن گراد میٹل کارخانے سے تھا۔ انت گیف نے ایک کرین کو یقینی تباہی سے جس طرح بچا لیا اس کیلئے ہندوستانی دوستوں نے ان کی جرأت اور حاضر دماغی کی جو تعریف کی اس میں میں بھی شریک ہوں۔ نیویلی میں ہر شخص پوگوریلوف کا مداح ہے جن کی ایجاد پسند طبیعت نے ایک بوائلر لگانے میں بہت وقت بچا لیا۔

ضرورت پڑنے پر سوویت ماہر ہر کام کے لئے تیار ہو جاتے ہیں چاہے ان کے کام کے میدان سے باہر ہی کیوں نہ ہو۔ جب یہ ضروری ہو گیا کہ بہت سے ہندوستانی آپریٹروں کو تربیت دی جائے جو کسی وجہ سے سوویت یونین تربیت کے لئے نہیں بھیجے جا سکے تھے تو ہم نے انھیں وہیں ٹریننگ دینے کی پیش کش کر دی۔ ہندوستانی انتظامی عملے کے ساتھ مل کر ہم نے ایک خاص گروپ بنایا اور نصاب تیار کیا۔ اس طرح ہم نے ضروری تعداد میں ہندوستانی آپریٹر تیار کر دئے تاکہ وہ پورے چار گھنٹے کی پالی کی بنیاد پر مشینیں چلا سکیں۔

ایسی مثالیں بہت دی جا سکتی ہیں، اس سلسلے میں مجھے نیویلی بجلی گھر کے سابق ڈائرکٹر مسٹر مینن کی بات یاد آتی ہے جو انھوں نے ایک پروڈکشن کانفرنس میں سوویت ماہرین کے متعلق کہی تھی: "صرف وہی لوگ اس طرح کام کر سکتے ہیں جنھیں

نیویلی تھرمل بجلی گھر کا مشین روم

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپنے کام کے نتیجے سے اتنی زبردست دلچسپی ہو۔"

یہ واقعہ ہے کہ اس بجلی گھر کی تعمیر کے متعلق ہم ہر چیز سے بہت زیادہ دلچسپی رکھتے تھے۔ ہم یہاں تک کہا کرتے تھے "ہمارا نیویلی"۔ "ہمارے نیویلی میں"۔ اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ سوویت عوام اس پر اپنا حق جماتے ہیں۔ سب ہی جانتے ہیں کہ سوویت امداد سے چلنے والے تمام کارخانے بلا شرط پوری طرح ان ملکوں کی ملکیت ہوتے ہیں جہاں وہ تعمیر ہوتے ہیں۔ سوویت عوام "ہمارا نیویلی" اس لئے کہتے تھے کہ انھیں اپنی ذمہ داری کا پورا احساس تھا جہاں وہ اپنے تجربے، علم اور توانائی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔

نیویلی بجلی گھر کی تعمیر میں جو کامیابیاں حاصل ہوئیں اس کی وجہ سوویت اور ہندوستانی ماہرین کے درمیان کاروباری قسم کا تعاون تھا جو روز بروز مضبوط ہوتا گیا۔ ہندوستانی کارکن سوویت تکنیک سیکھنے کے لئے بے چین تھے اور ہمارے ماہروں کی دل سے مدد کرتے تھے، وہ اپنے ہندوستانی دوستوں کو تکنیکی باتیں بتاتے تھے جن کا تعلق ان مشینوں سے ہوتا تھا جو سوویت یونین ہندوستان کو دے رہا تھا۔

میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ نیویلی میں ایک واقعہ بھی ایسا نہ ملے گا جب کسی سوویت ماہر نے کسی تکنیکی سوال کو اس خوف سے ٹال دیا ہو کہ کوئی "راز" نہ فاش ہو جائے۔ نیویلی کنسٹرکشن کارپوریشن کے چیف پاور انجینئر نے صحیح کہا تھا:

"سوویت ماہر ہندوستانیوں سے کچھ نہیں چھپاتے۔ انھیں ایسی ٹریننگ کی ہر سہولت رہتی ہے تاکہ روسیوں کے چلے جانے کے بعد بجلی گھر خود چلا سکیں۔"

نیویلی بجلی گھر جیسے بڑے تعمیری پروجیکٹ میں تکنیکی سوالوں پر اختلافات پیدا ہونا ناگزیر ہے۔ ہمارے یہاں اختلافات پیدا ہوئے لیکن ہمارے یہاں بحث ہمیشہ کاروباری سطح پر ہوتی تھی اور اختلافات اس طرح حل کئے جاتے تھے جیسے کسی ایسے خاندان میں کئے جاتے ہیں جس کا واحد مقصد اچھے نتائج برآمد کرنا ہو۔

سوویت اور ہندوستانی ماہرین کے درمیان تعاون اور تبادلہ خیال ان کا مل کر کام کرنا، سوویت یونین کا بروقت مشینیں سپلائی کرنا اور نیویلی پروجیکٹ کی طرف ہندوستانی حکومت کی توجہ — ان سب باتوں نے اس کی تعمیر کو تیز کر دیا۔

نیویلی پروجیکٹ کے ریکارڈ میں ایسے بہت سے روشن باب ہیں جو سوویت اور ہندوستانی عملے کی بے لوث محنت کی شہادت دیتے ہیں۔

میں وہ دن نہیں بھول سکتا جو بجلی گھر کے پہلے جنریٹنگ یونٹ کے شروع کرنے سے پہلے گزرے۔ یہ دیکھ کر کتنا جوش بڑھتا تھا کہ سوویت اور ہندوستانی ساتھی دل لگا کر کام کر رہے ہیں۔ یہ لوگ صبح دس بجے کام کر کے تھک جاتے تھے لیکن مسلسل کام کئے جا رہے تھے۔ سوویت ماہروں کی بیویاں مذاق سے کہا کرتی تھیں کہ ہمارے شوہر تو گھر کا راستہ بھول گئے ہیں۔ یہ واقعہ ہے کہ کبھی کبھی صرف چند گھنٹے اپنے گھر والوں کے ساتھ گزارتے تھے۔ اور یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ ہمیں اتنا کام کرنے کے لئے کسی نے مجبور نہیں کیا تھا۔ سوویت اور ہندوستانی ماہروں اور مزدوروں کی خواہش یہ تھی کہ پہلے یونٹ کو کم سے کم مدت میں تیار کر دیں۔

پہلا یونٹ لگانے کا کام جون ۱۹۶۱ء میں شروع ہوا،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اپریل ۱۹۶۲ء میں یہ چالو ہونے کیلئے تیار تھا۔ یہ ایک نیا ریکارڈ تھا۔ اس کے بعد ۵۰ ہزار کلوواٹ کے چار یونٹ اس سے بھی کم وقت میں نصب کئے گئے۔ ۱۹۶۴ء کی مئی تک بجلی گھر کی پہلی منزل اپنی پوری صلاحیت کی بجلی پیدا کرنے لگی یعنی ۲۵۰،۰۰۰ کلوواٹ۔

۲۵۰،۰۰۰ کلوواٹ، یہ کم ہے یا زیادہ؟ آپ خود ہی اندازہ لگائیے۔ آئیے یہ یاد کریں کہ سوویت یونین نے بجلی گھر کس طرح تعمیر کرنے شروع کئے تھے

۱۹۲۰ء اور ۱۹۲۱ء میں ہزار دقتوں کا سامنا کر کے سوویت جمہوریہ نے ۱۲ ہزار کلوواٹ بجلی پیدا کی۔ یہ بہت کم مقدار تھی۔ لیکن لینن نے سوویت عوام کی ہمت بڑھائی۔ انھوں نے کہا "۱۲ ہزار کلوواٹ بہت معمولی ابتدا ہے۔ کوئی بدیسی جو امریکہ، جرمنی یا سویڈین کی بجلی کی پیداوار سے واقف ہو وہ شاید اس پر ہنسے گا۔ لیکن عقلمند تو وہی ہے جو بعد میں ہنستا ہے۔"

اس کے بعد سے تاریخی اعتبار سے زیادہ مدت نہیں گزری، لیکن ہمارے زمانے میں برقی پیداوار کی رفتار میں سوویت یونین سارے سرمایہ دار ملکوں سے آگے نکل گیا ہے۔ جہاں تک بجلی کی پیداوار کا تعلق ہے یہ یورپ میں پہلے نمبر پر آگیا ہے اور امریکہ کے برابر جلد ہی پہنچنے والا ہے۔

سوویت یونین اپنی بجلی کی صلاحیتیں بڑھاتے ہوئے نوآزاد ملکوں کو مدد بھی دے رہا ہے کہ وہ اپنی بجلی کی صنعت کو ترقی دیں۔ ہندوستان کے تیسرے پانچسالہ منصوبے کے تحت سوویت یونین تیسرے منصوبے کی کل صلاحیت کا ۳۶ فیصدی حاصل کرنے میں مدد دے گا اور اس کے لئے نو بجلی گھر تعمیر کرے گا۔

مجھے ۵ راگست ۱۹۶۲ء کا دن بہت دنوں تک یاد رہے گا۔ اس دن نیویلی تھرمل بجلی گھر کے پہلے ٹربو جنریٹر کا افتتاح ہندوستان کے صدر ڈاکٹر رادھا کرشنن نے کیا۔ انھوں نے اس عظیم الشان کامیابی پر ہندوستانی اور سوویت ماہرین کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ ہندوستان میں بجلی کی بہت کمی ہے جس کی اس کے مستقبل کے لئے بہت ضرورت ہے۔ انھوں نے سوویت حکومت کا شکریہ ادا کیا، جس نے ہندوستان میں بجلی گھر تعمیر کرنے میں غیر معمولی امداد دی۔

انھوں نے کہا کہ سوویت اور ہندوستانی عوام کے تعلقات میں تعاون کا جو جذبہ جاری وساری ہے اس کی بدولت ممکن ہو سکا کہ ایسا ماڈرن قسم کا بجلی گھر اتنی مختصر مدت میں تیار ہو گیا۔ ڈاکٹر رادھا کرشنن نے خاص طور پر زور دیا کہ عظیم رہنما لینن نے جو یہ کہا تھا کہ ملک کو برقیانا خوش حال مستقبل کی ضمانت ہے تو بالکل صحیح کہا تھا۔

ہم سوویت یونین کے بجلی کے ماہر راشٹرپتی کے ان الفاظ سے بہت متاثر ہوئے۔ ان سے ہمارے اس خیال کی توثیق ہوئی کہ ہندوستان کے لوگ بجلی کی ترقی کی اہمیت سے واقف ہیں جو کہ صنعت، زراعت، ٹرانسپورٹ، تعمیر اور معیشت کی دوسری شاخوں کی ٹکنیکل ترقی کی بنیاد ہے اور اس سلسلے میں ہندوستان میں بہت کچھ ہو رہا ہے۔

ہندوستان میں اپنے قیام کے دوران ہمیں یہ دیکھ کر بہت خوشی ہوتی تھی کہ ہندوستانیوں کو سوویت زندگی سے کتنی دلچسپی ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

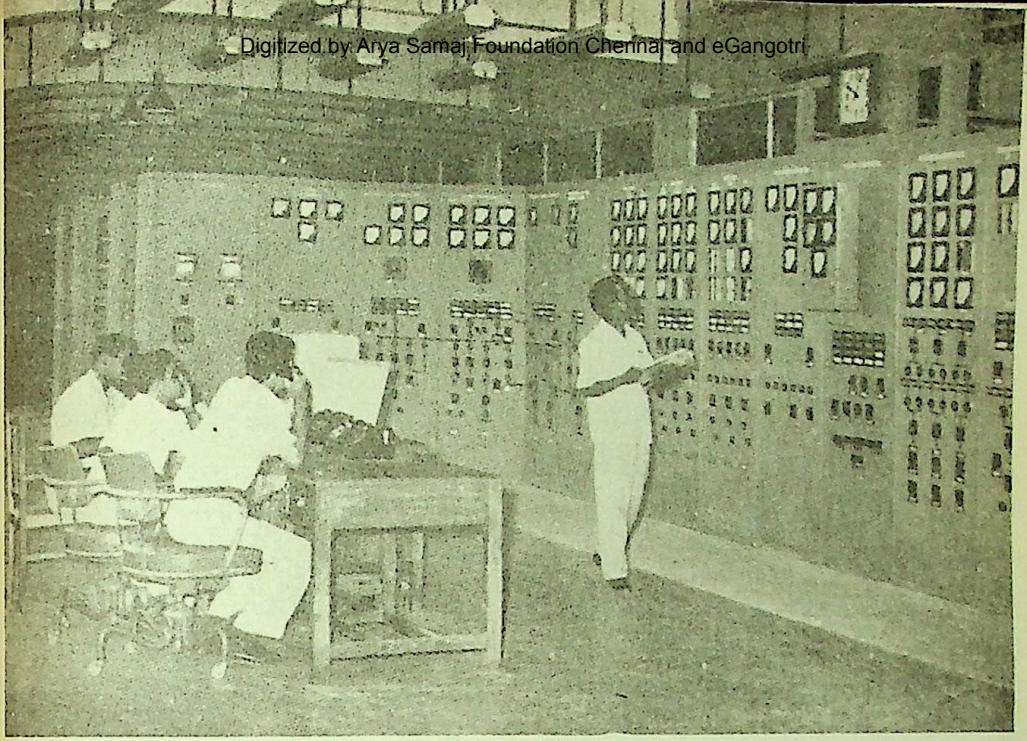

نیویلی تھرمل بجلی گھر کا مین کنٹرول بورڈ

ان کی اس دلچسپی کو پورا کرنے کے لئے ہم ہر ممکن کوشش کرتے تھے۔ اس سے پہلے ہم میں سے کسی نے مدرّس کا کام نہیں کیا تھا لیکن نیویلی میں ہندوستانی دوستوں کی خواہش پر ہم نے اس میدان میں بھی قدم رکھا۔ اب ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ مدرّس کی حیثیت سے ہم کس حد تک کامیاب رہے لیکن ہم اتنا ضرور جانتے ہیں کہ ہمارے لکچر سننے کے لئے بہت لوگ آتے تھے۔

ہندوستان میں ہر طرف سوویت عوام کی زندگی کے متعلق اس دلچسپی کا اظہار ہوتا ہے۔ ایک مثال کافی ہوگی۔

ایک مرتبہ مدراس سے نیویلی جاتے ہوئے میں بس میں ایک معمر ہندوستانی کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے غور سے دیکھ رہا ہے۔ آخر اس نے پوچھا کہ آپ کون ہیں؟

"روسی ہوں۔ ماسکو سے آیا ہوں۔" میں نے جواب دیا۔

اتنا کہنا کافی تھا۔ بس کے سارے لوگوں کی توجہ کا مرکز میں بن گیا۔ ہر چیز کے بارے میں سوال ہونے لگے: روسی سرزمین کے متعلق، ہماری خلائی پروازوں کے متعلق، ہماری کاشتکاری کے متعلق، ہمارے بچوں کی تعلیم و تربیت کے متعلق اور نہ جانے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کس کس چیز کے متعلق۔ میں مشکل سے سارے سوالوں کا جواب دے سکا۔ اور اس طرح کی فوری "پریس کانفرنس" میرے لئے نہ یہ پہلی تھی نہ آخری۔

ہم وطن سے بہت دُور تھے لیکن غیریت محسوس نہ کرتے تھے کیونکہ ہندوستانی لوگ ہمیشہ مہمان نوازی اور دوستانہ جذبے کا ثبوت دیتے تھے۔ سارے ہندوستانیوں میں سوویت عوام کے لئے یہی جذبہ ہے۔ مثلاً اس کا اظہار اس وقت ہوا جب اپریل ۱۹۶۳ء میں مرحوم وزیرِ اعظم پنڈت نہرو نیویلی گئے تھے۔

سوویت ماہرین بے چینی سے ان کی آمد کے منتظر تھے۔ وہ خوش اس لئے تھے کہ جواہر لال نہرو سوویت یونین کے پرخلوص دوست تھے اور انھوں نے سوویت ہندی دوستی کو فروغ دینے کے لئے بہت کچھ کیا تھا۔ ہم فکرمند بھی تھے کیونکہ سوویت ماہرین کے متعلق ان کی رائے کو ہم نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔

بہت سے سوویت ماہروں نے پنڈت نہرو کو نیویلی میں دیکھا۔ اپنی حاضر دماغی، ٹھوس رویہ، اور سادگی کی وجہ سے انھوں نے ہم سب کا دل موہ لیا۔ پنڈت نہرو نے بہت توجہ سے مشینیں دیکھیں اور بجلی گھر کا کام دیکھا۔ سوویت اور ہندوستانی ماہروں سے بہت سے سوال کئے۔ ہمارے کام کی انھوں نے بہت تعریف کی۔

جن مکانوں میں سوویت ماہر رہتے تھے ان کے سامنے سے گزرتے ہوئے پنڈت نہرو رُکے اور ان سوویت ماہرین اور ان کے خاندان والوں کے پاس جا پہنچے جو باہر کھڑے تھے۔ بہت دیر تک ان سے باتیں کرتے رہے۔ سوویت ماہروں کی زندگی، ان کے کھانے، مکانوں کے متعلق بہت سے سوال کئے اور پوچھتے رہے کہ حالات کو بہتر کرنے کیلئے اور کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ انھوں نے ایک سوویت ماہر کو مبارکباد دی جس کی بیوی کے یہاں نیویلی میں بچہ پیدا ہوا تھا۔

مجھے نیویلی پروجیکٹ اکثر یاد آتا ہے اور اپنے ہندوستانی دوست یاد آتے ہیں۔ اور میں ان سے کہنا چاہتا ہوں "نیویلی کی رفاقت کی روشنی ہمیشہ قائم رہے"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ٹکنولوجی
کا
مندر

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

از: اے۔ پی۔ گدچینکو
ایسوسی ایٹ پروفیسر ماسکو ایرکرافٹ انجینئرنگ انسٹی ٹیوٹ
استاد انڈین انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنولوجی بمبئی
۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۳ء

لڑکپن میں میں نے ہندوستان کے متعلق بہت سُنا اور پڑھا تھا لیکن کبھی سوچا بھی نہ تھا کہ وہاں کبھی جاسکوں گا یا کام کرسکوں گا۔

میں فاؤنڈری انجینئر ہوں۔ سوویت یونین کی وزارت برائے اعلیٰ و خصوصی تعلیم نے مجھ سے کہا کہ بمبئی کے انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنولوجی میں جاکر پڑھاؤں۔

مجھے معلوم تھا کہ غیر ملکی راج کے زمانے میں ہندوستان میں ہر سال ایک ہزار سے بھی کم انجینئر تعلیم مکمل کرتے تھے۔ اور یہ جو چند انجینئر بنتے تھے انھیں بھی ملک کے اندر مشکل سے ملازمت ملتی تھی۔

جب ہندوستان نے آزادی حاصل کی تب ہی اس نے اقتصادی پسماندگی دُور کرنے اور ملک میں صنعت بنانے کا راستہ اختیار کیا۔ اس کی وجہ سے ہندوستان میں انجینئر اور ٹکنیکل کارکنوں کی تربیت کا سوال پیدا ہوا۔

بات بہت واضح ہوگئی کہ ملک کی اقتصادی، سماجی اور تہذیبی ترقی کا انحصار اس مسئلے کو کامیاب طور پر حل کرنے پر تھا۔ مجھے پتہ چلا کہ صرف میری لائن یعنی فاؤنڈری پروڈکشن میں ہندوستان کو کوئی ۸۸۰۰ مزید انجینئروں کی ضرورت تھی۔

جہاں پہلے جنگلی جانور گھومتے پھرتے تھے

... میں نے پیش کش فوراً قبول کرلی اور جلد ہی میں بمبئی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

پہنچ گیا۔ ٹکنولوجیکل انسٹی ٹیوٹ بہت شاندار ادارہ ہے۔ دراصل یہ ایک ماڈرن قسم کا شہر ہے جو ۵۵۰ ایکڑ پر پھیلا ہوا ہے۔ بیچ میں اصل عمارت ہے۔ اس کے پیچھے انجینیرنگ ڈیپارٹمنٹ اور لبارٹریوں کی عمارتیں ہیں۔ اصل عمارت کے پاس مرکزی لائبریری کی اپنی عمارت ہے۔ مدرسین کے لئے مکانات ہیں، طلبار کے ہاسٹل ہیں۔ ایک کلب ہے اور کھیل کے میدان ہیں۔

یہ تصور کرنا بھی مشکل ہے کہ چند برس پہلے تک یہاں جنگلی جانور گھومتے پھرتے تھے۔

بمبئی کے اس انسٹی ٹیوٹ کی تاریخ بہت دلچسپ ہے۔ جب حکومتِ ہند نے کئی ملکوں سے درخواست کی کہ ہندوستان میں اعلیٰ تعلیم کے اداروں کی تشکیل میں مدد دیں تو سوویت یونین نے یونسکو کے ذریعے ہندوستان کو بلا معاوضہ ملک کا سب سے بڑا ٹکنولوجیکل انسٹی ٹیوٹ قائم کرنے میں مدد دینے کا اعلان کیا۔

انسٹی ٹیوٹ کا نقشہ سوویت اور ہندوستانی ماہرین نے مل کر تیار کیا۔ اس کے کچھ آلات ہندوستان میں تیار کئے گئے۔ لبارٹریوں اور ورک شاپوں کے لئے بہت سی مشینیں اور آلات سوویت یونین نے اقوامِ متحدہ کے ٹکنیکل امدادی فنڈ کے ذریعے دئے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے ساتھ ایک دوطرفہ معاہدے کے تحت سوویت یونین نے خصوصی قسم کے مکمل آلات تحفے کے طور پر ہندوستان کو دئے۔ انسٹی ٹیوٹ کے زیادہ تر ڈیپارٹمنٹوں میں جدید ترین قسم کے سوویت آلات، مشینی اوزار، مختلف تنصیبات وغیرہ موجود ہیں۔

ہندوستانی مدرسوں، انجینیروں، ٹکنیکل کارکنوں اور لبارٹری اسسٹنٹوں کے ساتھ مل کر سوویت ماہرین نے لبارٹری کے آلات نصب کئے۔ لبارٹریاں قائم کرنے کا مشکل اور پیچیدہ کام پورا کیا۔ لبارٹری کے کام کی تنظیم کی۔ کام کے طریقے تیار کئے۔

مجھے انسٹی ٹیوٹ کی اہمیت کا احساس اسی وقت ہوا جب میں نے اسے دیکھا۔

گزشتہ کئی برسوں سے ہندوستان کے ٹکنولوجیکل کالج صرف عمارتوں کی انجینیرنگ اور مشینیں چلانے کی تعلیم دے رہے تھے۔ ان میں سے زیادہ تر کالج نئی صنعتوں کے لئے ڈزائن، محقق، ٹکنیکل کارکن تیار نہ کر پاتے تھے کیونکہ پڑھانے والے نہ تھے۔ لبارٹری کے آلات نہ تھے اور صنعتی آلات نہ تھے۔ اس لئے کالج کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد ہندوستانی انجینیروں کو مزید تعلیم کے لئے باہر جانا پڑتا تھا۔

آج حالات بالکل مختلف ہیں اور یہ بات بمبئی کے انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنولوجی سے بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ انسٹی ٹیوٹ میں پانچ انجینیرنگ ڈیپارٹمنٹ ہیں۔ مکینیکل، الکٹریکل، میٹالرجیکل، کیمیکل سول انجینیرنگ اور ان کے علاوہ ریاضی اور فزکس کی تعلیم کے کورس۔ یہاں سے بہترین ماہرین تعلیم مکمل کر کے نکلتے ہیں جن کے پاس نئی صنعتوں میں کام کرنے کے لئے ضروری نظریاتی علم اور عملی تجربہ ہوتا ہے۔ یہ لوگ قومی معیشت کی مختلف شاخوں میں انتہائی پیچیدہ انجینیرنگ مسائل کو کامیابی سے حل کرنے کے اہل ہیں۔

نصابی اور تحقیقی کام میں سوویت یونین انسٹی ٹیوٹ کی مسلسل

الکٹرانک خوردبین کی مدد سے کام ہو رہا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

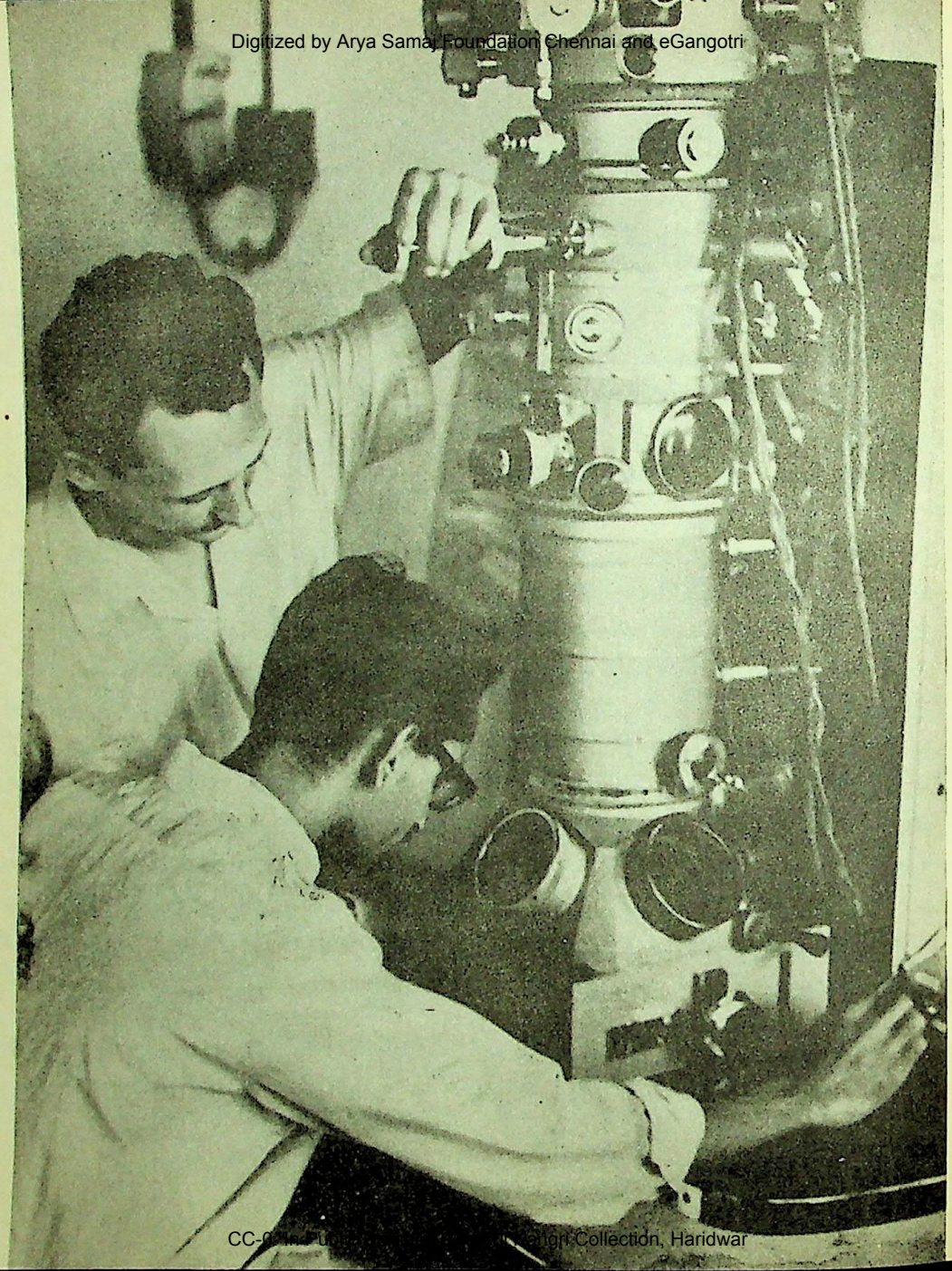

CC-0. In Public Domain. Panini Kanya Maha Vidyalaya Collection. eGangotri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

مدد کر رہا ہے۔ پچاس سے زیادہ سوویت ماہرین ـــــ پروفیسر ایسوسی ایٹ پروفیسر، ٹکنیکل ماہرین نے ۱۹۵۸ء تا ۱۹۶۳ء کے درمیان یہاں کام کیا۔

ہر سوویت استاد نے کئی اہم لکچر دئے، ان سب لکچروں کو شائع کیا گیا ہے۔

مستقبل کے منصوبے اور تعاون

اسکیم یہ ہے کہ بمبئی کے اس ٹکنولوجیکل انسٹی ٹیوٹ کو بہت بڑے تحقیقی مرکز میں بدل دیا جائے۔ اس لئے ابتدا رہی سے یہاں تحقیقی کام کو بہت اہمیت دی جا رہی ہے۔ سوویت ماہرین نے اس تصور کا دلی خیر مقدم کیا۔ انھوں نے تحقیقی کام کی تنظیم کرنے اور تحقیق کرنے میں عملی حصّہ لیا ہے۔

مثلاً مجھے تحقیق کے کئی مسائل پر پروفیسر دی جوشی کے ساتھ کام کرتے ہوئے بہت خوشی محسوس ہوئی۔ سوویت یونین کے ایسوسی ایٹ پروفیسر دی جی چیرپن نے پروفیسر ملک اور پوسٹ گریجویٹ طلبار کے ساتھ مل کر بہت اہم مسائل پر تحقیق کا کام کیا۔ اس قسم کی کئی مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں۔

سوویت یونین میں انجنیئروں اور ٹکنیکل کارکنوں کے لئے رفرشر کورس بہت مقبول ہے۔ ان کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ سوویت ماہرین نے ہندوستانی دوستوں کو بھی اپنے اس تجربے میں شامل کیا جیسا کہ توقع تھی ہندوستانیوں نے اس خیال کا بہت سواگت کیا۔

ہندوستانی صنعتوں میں کام کرنے والے انجنیئروں اور ٹکنیکل کارکنوں کے لئے چھوٹی مدت کے رفرشر کورس بمبئی کے اس انسٹی ٹیوٹ میں بہت مقبول ہوئے جن میں سائنس اور ٹکنولوجی کی جدید ترین ایجادوں کے متعلق بھی بتایا جاتا ہے۔ جتنے لوگوں کے لئے جگہ ہوتی ہے امیدوار اس سے کہیں زیادہ ہوتے ہیں۔ سوویت مدرسوں نے نہ صرف یہ کورس شروع کئے بلکہ ان میں انھوں نے زیادہ تر لکچر دئے۔

سوویت ماہرین نے اپنی سرگرمیاں صرف انسٹی ٹیوٹ تک محدود نہیں رکھیں۔ ہم نے ہندوستان کے ٹکنیکل رسالوں کے لئے مضامین لکھے۔ کارخانوں، تعلیمی اداروں اور ریسرچ انسٹی ٹیوٹوں میں لکچر دئے۔ ٹکنیکل کانفرنسوں میں شرکت کی۔ سائنسی انجمنوں کے ساتھ تعاون کیا۔

جس زمانے میں میں بمبئی میں تھا تقریباً ہر سوویت ماہر نے کسی نہ کسی شہر میں لکچر ضرور دیا اور مضامین ضرور لکھے۔ ہم میں سے کئی نے ٹکنیکل کانفرنسوں میں شرکت کی۔

ایک بار میں نے پونا کے انجنیئرنگ کالج کے پوسٹ گریجویٹ طلبار کے سامنے لکچر دیا۔ لوگوں کو اتنی دلچسپی تھی کہ بہت دیر تک سوال جواب کا سلسلہ چلتا رہا۔ اور سوال صرف لکچر کے موضوع پر نہ تھے بلکہ سوویت زندگی کے مختلف پہلوؤں سے تعلق رکھتے تھے۔

علم کی پیاس

سامراجی حاکم کہا کرتے تھے کہ ہندوستانی ٹکنیکل علم کے قابل نہیں ہیں۔ وہ یہ اس لئے کہتے تھے کہ ہندوستانیوں کو اپنے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

آپ پر سے اعتماد ختم ہو جائے اور ہندوستان کے پاس اپنے ٹیکنیکل کارکن نہ ہوں۔

ہم سوویت ماہرین نے جنھوں نے ہندوستان میں کام کیا ہے سامراجیوں کے اس الزام کے جھوٹ کو اچھی طرح دیکھ لیا۔ ہم میں سے ہر ایک روزانہ بے شمار ہندوستانی طلبار سے ملا کرتا تھا۔ ہم نے ان کے ساتھ انسٹی ٹیوٹ کی لبارٹریوں میں اور ورک شاپوں میں جدید ترین قسم کے آلات کے ساتھ کام کیا ہے۔ یہاں ہم نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ہندوستانی طلبا ٹیکنیکل علم پر کس طرح عبور حاصل کرتے ہیں۔ سوویت مدرس انسٹی ٹیوٹ کے تعلیمی، علمی اور تحقیقی کمیشنوں میں کام کرتے ہیں۔ امتحان کے بورڈ میں کام کرتے ہیں اور طلبار سے انٹرویو لیتے ہیں۔ اس کے ذریعے بھی ہمیں ہندوستانی طلبار کی قابلیت اور علم کا اندازہ لگانے کا موقع ملا۔

اپنے مضمون کے تمام باریک نکتوں پر میں نے ہندوستانی طلبار سے بات چیت کی ہے جیسے میں سوویت طلبار سے بات کرتا ہوں۔ مجھے کبھی احساس تک نہ ہوا کہ دونوں میں کوئی فرق ہے۔ وہ جس قسم کے سوال کرتے تھے ان سے ان کے علم کا پتہ چل جاتا تھا۔ میں نے اکثر انڈر گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ طلبار کے درمیان نازک ٹیکنیکل سوالوں پر بحث ہوتے سنی ہے جس سے پتہ چلتا تھا کہ یہ لوگ مضمون سے خوب واقف ہیں اور آزادانہ طور پر ٹیکنیکل فکر کے عادی ہیں۔

ہندوستان کے نوجوانوں میں علم کی پیاس بہت نظر آتی ہے۔ "میں انجنیئر ہوں" یا "میں انجنیئر بنوں گا" جیسے الفاظ میں فخر کی کھنک سنائی دیتی ہے۔ یہ دیکھ کر واقعی حیرت ہوتی ہے کہ ٹیکنیکل ماہر بننے کیلئے ہندوستانی طلبار کس طرح کوشش کرتے ہیں۔ میں جس انسٹی ٹیوٹ میں کام کرتا تھا وہاں ہر جگہ کے لئے دس سے پندرہ درخواستیں ہوتی تھیں۔

ایک دوسری چیز جس سے ہمیں خوشی ہوئی یہ ہے کہ ہندوستان کے طلبار میں روسی زبان پڑھنے کا شوق بڑھ رہا ہے۔ یہ فطری بات ہے کیونکہ روسی زبان میں وہ ٹیکنیکل کتابیں پڑھ سکیں گے جو اُن کے کام کے لئے ضروری ہیں۔ ہندوستانی طلبار نے خود دیکھ لیا کہ سوویت کتابیں اور رسائل سائنس اور ٹکنولوجی کی تازہ ترین خبریں دیتے ہیں۔ بمبئی کے انسٹی ٹیوٹ کی لائبریری میں سوویت ٹیکنیکل لٹریچر کافی موجود ہے۔ اس کے علاوہ یہ کتابیں ہندوستانی دکانوں سے آسانی سے مل جاتی ہیں یا روپیہ دے کر سوویت یونین سے بہ آسانی اور سستے داموں آجاتی ہیں۔

میں نے بہت سے نوجوان ہندوستانیوں سے سوال کیا کہ آخر روسی کیوں پڑھنا چاہتے ہو۔ جواب مختلف ہوا کرتے تھے۔ کچھ لوگ سوویت یونین کی سیر کرنا چاہتے تھے کچھ وہاں کالج میں تعلیم حاصل کرنا چاہتے تھے اور کچھ اپنے امتحان کی تیاری کرنا چاہتے تھے یا رف رشر انجنیئرنگ کورس پڑھنا چاہتے تھے۔

۱۹۵۸ء سے ۱۹۶۳ء تک بمبئی کے انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنولوجی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

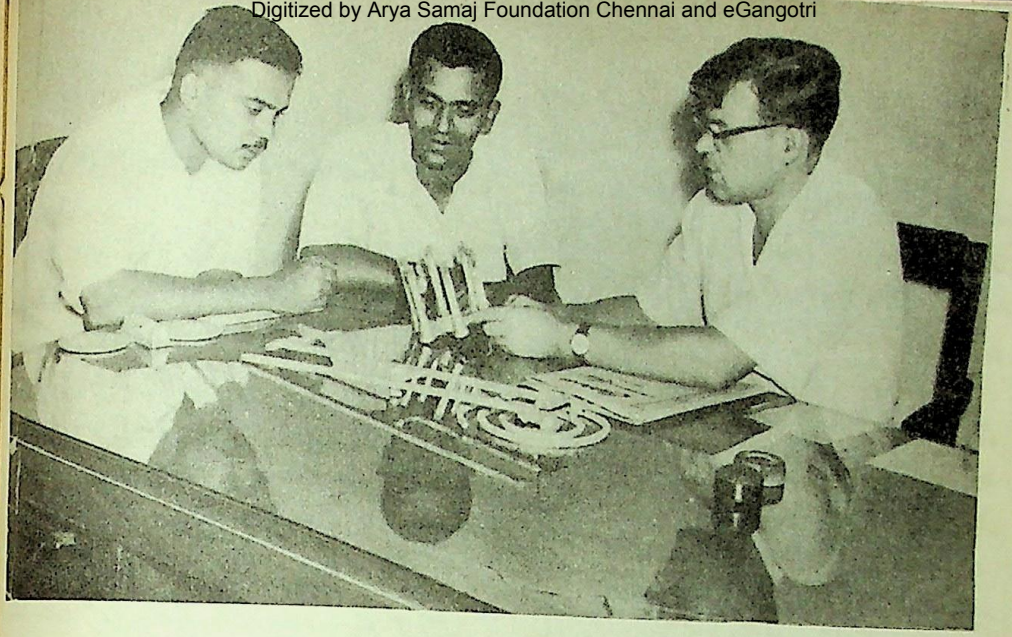

سوویت اُستاد اے۔ پی۔ گدچنکو ہندوستانی طلباء کے ساتھ

کے بہت سے پوسٹ گریجویٹ طلباء نے سوویت یونین میں تعلیم حاصل کی اور مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ سوویت یونین میں تربیت پاتے ہوئے طلباء کی مہارت کی ہندوستان میں بڑی قدر ہوتی ہے۔ اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ سوویت اعلیٰ تعلیمی اداروں میں تعلیم پاتے ہوئے ہندوستانی پوسٹ گریجویٹ طلباء کو ماسٹر آف ٹیکنیکل (ایم ٹک) ڈگری کے بجائے جو مغربی ملکوں میں تربیت حاصل کئے ہوئے ہندوستانیوں کو ملتی ہے پی ایچ ڈی کی ڈگری ملتی ہے۔

ہندوستان مجھے یاد آتا ہے

بمبئی کے انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنولوجی میں میرا جو وقت گزرا ہے وہ میں کبھی بھول نہیں سکتا۔

خاص طور پر مجھے وہ دوستانہ تعلقات یاد آتے ہیں جو سوویت اور ہندوستانی مدرسین کے درمیان قائم ہوئے تھے۔ یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ ہم لوگ ایک خاندان کے افراد کی طرح رہتے اور کام کرتے تھے۔ سوویت ماہرین کو اپنے کام میں جب بھی مشکلات کا سامنا ہوتا تھا ان کے ہندوستانی ساتھی ان کی مدد پر آتے تھے اسی طرح جب ہندوستانی مدرسین کو ضرورت پڑتی تھی تو ہم ہر ممکن

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

طرح سے ان کی مدد کرتے تھے۔

ہندوستانی مدرسین کے ساتھ ہمارا رابطہ صرف کام تک محدود نہ تھا۔ ہم ایک ہی علاقے میں رہتے تھے۔ اکثر کلب میں ملاقات ہوتی تھی یا ایک دوسرے کے گھر ملنے جاتے تھے۔ ان سب باتوں سے دوستی بڑھتی ہے۔ ہم ایک دوسرے کو دوست کی طرح سمجھنے لگے۔

اپنی خوش قسمتی سے میں انسٹی ٹیوٹ کے پہلے گریجویشن کے وقت موجود تھا۔ اس تقریب پر ہندوستان کے صدر ڈاکٹر رادھا کرشنن موجود تھے جنھوں نے ہندوستان کی بہت سی لبارٹریاں دیکھی تھیں۔

اس تقریب کے موقع پر تقریر کرتے ہوئے صدر نے کہا کہ ٹکنیکل ماہروں کو تربیت دینے میں بمبئی کے انسٹی ٹیوٹ آف ٹکنولوجی کی بہت اہمیت ہے۔ انھوں نے سوویت یونین کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے بے لوث مدد کی اور لبارٹریوں کا جدید ترین سامان دیا اور بہترین مدرس بھیجے جنھوں نے انسٹی ٹیوٹ کو اعلیٰ ٹکنیکل تعلیم کا ادارہ بنانے میں بہت مدد کی۔ انھوں نے کہا کہ بمبئی کا ٹکنولوجی کا انسٹی ٹیوٹ اعلیٰ تعلیم اور سائنسی تحقیق کے میدان میں بھلائی کا رخانے کی حیثیت رکھتا ہے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

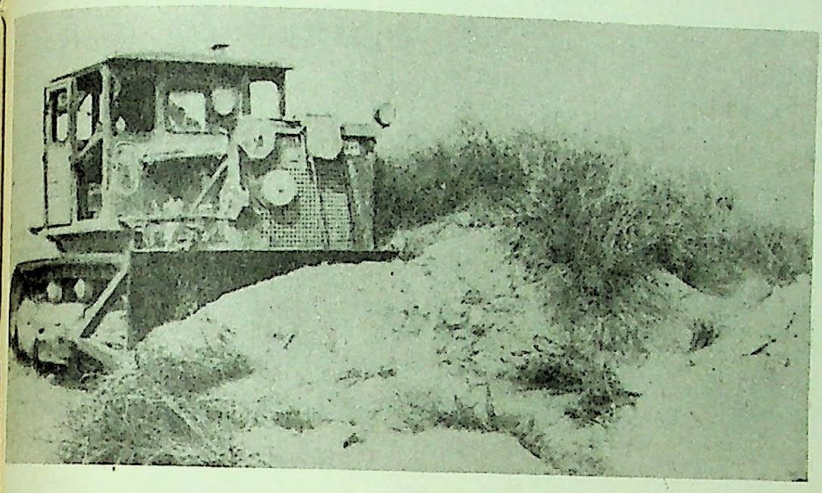

انسان کا بنایا ہوا نخلستان

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

از: اے۔ اے۔ سیلی وانوف
سوویت زراعتی انجنیئر
سورت گڑھ مرکزی مکانکی فارم میں
۱۹۵۶ء ۱۹۵۷ء اور ۱۹۶۰ء میں مشیر رہ چکے ہیں

جون ۱۹۵۶ء میں سوویت یونین کی وزارتِ زراعت نے ایک انجنیئر فدئیف، ایک مترجم بارانوف اور مجھ سے پوچھا کہ کیا ہندوستان جاکر ایسے مثالی زراعتی فارم میں کام کروگے جس کے لئے تمام مشینیں سوویت حکومت نے تحفے کے طور پر دی ہیں۔

ہم سب فوراً تیار ہوگئے۔ مجھے یقین ہے کہ جس سوویت شہری سے کہا جاتا وہ بخوشی تیار ہوجاتا۔ ہے یوں کہ ہمارے دل میں ہندوستان کے لئے اور اس کے جفاکش عوام کے لئے بڑی عزت ہے۔

ہمیں معلوم تھا کہ یہ کام بہت عجیب قسم کے موسمی حالات میں کرنا ہے۔ فارم راجستھان کے ریگستانی علاقے سورت گڑھ میں بنایا جارہا تھا۔ زمین پہلی بار زیرِ کاشت آنے والی تھی۔ یہ ریگستان دُنیا کا دوسرا گرم ترین اور خشک ترین ریگستان ہے۔ یہاں اوسط بارش سات انچ سے زیادہ نہیں ہوتی اور مارچ سے ستمبر تک درجۂ حرارت سائے میں ۵۱ ڈگری سینٹی گریڈ ہوتا ہے۔

پہلی شناسائی

نئی دہلی پہنچنے کے دوسرے دن ہمیں غذا اور زراعت کی وزارت میں بلایا گیا اور وزارت کے سکریٹری جنرل مسٹر سین، ڈاکٹر ماتھر اور فارم کے ڈائرکٹر ٹائرڈ جنرل مہادیو سنگھ سے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ملاقات ہوئی۔

کاروباری گفتگو بہت دیر تک ہوتی رہی۔ ہمارے میزبانوں نے نہ صرف فارم قائم کرنے کے متعلق اپنی اسکیم بتائی بلکہ ہندوستان کی زراعت کے عام مسائل سے ہمیں روشناس کرایا۔ مجھے اعتراف ہے کہ اس بات چیت کے بعد ہی مجھے پتہ چلا کہ سورت گڑھ میں فارم قائم کرنے کا مقصد حکومت کے سامنے کیا ہے۔

ہمیں پتہ چلا کہ ہندوستان کا ایک بڑا مسئلہ ہے ۷۴ کروڑ کی آبادی کو غذا پہنچانا۔ ہندوستان کو ہر سال بیس لاکھ ٹن اناج حاصل کرنے کیلئے بہت زرِ مبادلہ خرچ کرنا پڑتا ہے۔ مسٹر حسین نے کہا۔ "اس کی وجہ سے ہمارے ماہرینِ معاشیات بہت پریشان ہوتے ہیں۔"

ہمیں بتایا گیا ہے کہ ہندوستانی زراعت کی اصل مشکل فی ایکڑ زمین سے کم پیداوار ہے۔ مثلاً ہندوستان میں فی ہیکٹر گیہوں کی پیداوار ۷۰۰ کلوگرام ہے جبکہ یورپ میں ۱۸۱۰ کلوگرام ہے۔ ہندوستان میں فی ہیکٹر دھان کی پیداوار ۱۸۰ کلوگرام ہے جبکہ بہت سے دوسرے ملکوں میں ۴۲۲۰ کلوگرام ہے۔

ڈاکٹر ماتھر نے کہا "اسی لئے بڑے مشینی فارم قائم کرکے ہم پیداوار بہت بڑھا سکتے ہیں۔" غذائی مسئلہ حل کرنے کا یہ اصل طریقہ ہے۔ سورت گڑھ ہندوستان کا پہلا تجرباتی فارم تھا اور یہ لوگ چاہتے تھے کہ انھیں اس سے جو توقعات تھیں وہ پوری ہوں۔ انھیں سوویت تکنیک اور سوویت ماہروں سے بڑی امید تھی کہ زراعتی مشینیں اور فصل کی پیداوار دونوں میں مدد دیں گے۔

... اسی دن دہلی کے قریب ہم مرکزی ٹریکٹر اسٹیشن دیکھنے گئے جہاں سوویت زراعتی مشینیں پہنچ گئی تھیں۔ ان میں ۱۲ ٹریکٹر، ۶۰ فصل کاٹنے کی مشینیں، ۲۸ لاریاں، ۵۰ کلٹی ویٹر، زمین کھودنے کی مشینیں وغیرہ شامل تھیں۔ سوویت ماہرین کی رہنمائی میں انھیں سورت گڑھ کے موسمی اور زمینی حالات میں کام کرنے کے لئے ٹھیک کیا جا رہا تھا۔

یہ سطریں پڑھ کر مسٹر ایس۔ رام، مسٹر آر۔ سنگھ، مسٹر پی۔ داس اور دوسرے ہندوستانی ٹکنیکل کارکن یقیناً وہ جوش و خروش یاد کریں گے جو سورت گڑھ کے لئے مشینیں تیار کرنے میں ہر شخص دکھا رہا تھا۔ یہ وہی سوویت زراعتی مشینیں تھیں جو ہندوستان کی زمین پر استعمال ہونے جا رہی تھیں اور ہندوستانی ماہر اور کارکن ظاہر ہے بہت دلچسپی سے کام کر رہے تھے۔

"بہت اچھی مشینیں ہیں۔" ہندوستانی ٹکنیکل کارکنوں کی ٹیم کے سربراہ اور بذاتِ خود انجنیئر مسٹر رائے نے ہم سے کہا۔ "مجھے یقین ہے کہ ہندوستان میں یہ جس زبردست آزمائش سے گزریں گی اس میں کامیاب ہوں گی۔"

میں نے سوچا آزمائش یقیناً بہت سخت ہوگی۔ ہماری مشینوں کو ایسے حالات میں کام کرنا ہوگا جو سوویت یونین میں سرے سے ہیں ہی نہیں۔ اور اس کے باوجود ہندوستان میں بہت بڑا مشینی فارم قائم کرنے کا تصور خاص طور پر ان مشینوں کے کام سے پرکھا جائے گا۔

ہم لوگ مرکزی ٹریکٹر اسٹیشن میں کام میں مصروف ہوگئے۔ سوویت اور ہندوستانی ماہروں اور کارکنوں نے دن اور رات خوب دل لگا کر کام کیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ایک جگہ مکینک کرت سنگھ جو چست بدن، خوبصورت چہرے اور بڑی بڑی آنکھوں والا نوجوان ہے اپنے ساتھیوں کے ساتھ مشینیں ڈبوں میں سے نکال رہا ہے۔ دوسری جگہ ادھیڑ عمر اور گٹھے ہوئے جسم کا مکینک شیورام جس کے چہرے سے خلوص ٹپکتا ہے اور جس کے کنپٹی کے بال سفید ہونے لگے ہیں، یہی کام کر رہا ہے لیکن وہ جلد بازی کے بغیر جس پھرتی سے سامان نکالتا ہے اس سے پتہ چل رہا ہے کہ بہت ماہر آدمی ہے۔

اپنے دوسرے ساتھیوں سے عمر میں کچھ بڑا ارجن سنگھ کچھ نوجوان ٹریکٹر مکینکوں کے ساتھ مل کر ایک ٹریکٹر چلانے کی کوشش کر رہا ہے۔

دوار کا ناتھ لاری ڈرائیور ہے اور ہر ڈرائیور کی طرح جلد بازی سے وہ اسپارک پلگ ٹھیک کر رہا ہے اور تیل ڈال رہا ہے۔

"ہم یہاں 'ٹکنیکل انسپکٹروں' کی سخت نگرانی میں کام کر رہے ہیں" مکینک پوکر داس نے بندروں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو کمبائن مشینوں پر چڑھ رہے تھے۔ ایک بندر ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھ کر بڑے غور سے مشین کو دیکھ رہا تھا۔

وہ دن قریب آ رہا تھا جب یہ سب مشینیں سورت گڑھ بھیجی جانے والی تھیں۔ اس وقت ضروری ہو گیا کہ وہ مشینیں منتخب کر لی جائیں جو ریتلی زمین کو ٹھیک کرنے کی پہلی منزل میں کام آئیں گی۔ ہر انجن کا معائنہ کیا جائے، کل پرزوں کو پیک کیا جائے، ساری چیزیں ریلوے اسٹیشن بھیجی جائیں اور انھیں کھلی ویگنوں میں لادا جائے۔ سوویت اور ہندوستانی عملے نے مل کر یہ کام بخوبی انجام دیا۔ سارا سامان آٹھ ٹرینوں میں لاد کر سورت گڑھ بھیج دیا گیا۔

ریگستان کے خلاف جنگ شروع ہو گئی

ہم سوویت اور ہندوستانی ماہروں کا ایک گروپ کار کے ذریعے دہلی سے سورت گڑھ پہنچا۔ ہم جیسے جیسے آگے بڑھتے گئے ریتلی زمین بڑھتی گئی۔ آخر کھیت اور گاؤں ختم ہو گئے۔ ہر طرف ریتلی زمین تھی جس میں کہیں کہیں کانٹوں کی جھاڑیاں اور ریت کے ٹیلے تھے۔ کئی جگہ سڑکوں پر ریت کے ڈھیر اکٹھا ہو گئے تھے۔ گرم ہواؤں سے منہ جھلسا جا رہا تھا اور سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔

جس دن دہلی سے روانہ ہوئے اس کے دوسرے دن ہم سورت گڑھ پہنچ گئے جو ریگستان میں ایک چھوٹا سا اسٹیشن ہے۔ یہاں صرف ایک کنواں تھا جس سے روزانہ کی ضرورت کیلئے پانی بھی نہیں ملتا تھا اس لئے روزانہ تالاب سے آتا تھا۔ جس وادی میں فارم بننے والا تھا اس کے چاروں طرف ریت کے ٹیلے تھے۔ جہاں تک نظر جاتی تھی ایک درخت یا پودا تک نظر نہ آتا تھا۔ ہوائیں سائیں سائیں کر رہی تھیں۔ جب میں پہلی بار سورت گڑھ پہنچا ہوں تو وہاں کی حالت یہی تھی۔ اور یہیں ریگستان کو نخلستان میں بدل دینے کی جدوجہد شروع ہوئی۔

مختصر سی مدت میں بہت کچھ کرنا تھا۔ پہلا کام تو یہ تھا کہ ہندوستانی ماہروں اور کارکنوں کو سوویت مشینوں کے متعلق معلومات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دی جائیں اور انھیں کارکردگی کے ساتھ استعمال کرنا سکھایا جائے۔ یہ آسان کام نہیں ہے لیکن ہندوستانی بڑے تیز اور ذہین شاگرد ثابت ہوئے۔ سوویت ماہرین کے زیرِ نگرانی انھوں نے مختصر مدت میں ہماری مشینوں اور تکنیک پر مہارت حاصل کر لی۔

جلد ہی ۱۵ اگست ۱۹۵۶ء کا دن آگیا جو ہمارے لئے دو طرح سے تاریخی دن تھا۔ اول تو یہ ہندوستان کا یومِ آزادی ہے اور دوسرے ریگستان کو تبدیل کرنے کی لڑائی اسی دن شروع ہوئی تھی۔

صبح ہونے سے پہلے سورت گڑھ انجنوں کے شور سے گونج اُٹھا۔ ٹریکٹروں کی قطاریں نیچر پر فتح پانے کے لئے چل پڑیں۔

نو بجے تک کئی ٹریکٹر اس جگہ موجود تھے جہاں نرسری بننے والی تھی۔ دوسرے ٹریکٹروں کی ٹیمیں اور بھی آگے ہل چلانے گئی تھیں جہاں سرسوں، جو، گیہوں اور دوسری چیزیں بوئی جانے والی تھیں۔

فارم کی افتتاحی تقریب میں سورت گڑھ کی ساری آبادی آگئی۔ ان کے علاوہ راجستھان سرکار کے نمائندے اور پڑوسی شہروں گنگا نگر، بیکانیر، ہنومان گڑھ کے لوگ اور آس پاس کے گاؤں کے لوگ بھی آگئے۔

جلسے کو مخاطب کرتے ہوئے فارم کے ڈائرکٹر مسٹر مہادیو سنگھ نے سوویت یونین کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے ریگستان کو تبدیل کرنے کے لئے تحفے کے طور پر یہ سب چیزیں دیں۔

جلسے کے بعد ریگستان کے خلاف حملہ شروع کرنے کا حکم دے دیا گیا۔

بل ڈوزروں نے زمین سے ریت صاف کرنی شروع کی اور ریگستان کو پیچھے ڈھکیلنا شروع کیا۔ خندقیں کھودنے والی مشینوں نے جن میں ہر ایک ۲۴۰۰ آدمیوں کا کام کرتی تھی نہریں کھودنا شروع کیں تاکہ راجستھان کی نہر سے پانی آسکے۔ بھاکڑہ کی تکمیل کے بعد وہاں سے بھی پانی آنے لگے گا۔ جو زمین صاف کی گئی وہاں فوراً کاشت شروع کر دی گئی اور گیہوں، سرسوں، جو، چنا وغیرہ بو دیا گیا۔

دن ختم ہوا تو بڑی رات گئے تک ناچ گانا ہوتا رہا۔

دوسرے دن صبح ابھی آفتاب طلوع بھی نہ ہوا تھا کہ لوگ لاریوں پر بیٹھ بیٹھ کر ان مشینوں کی طرف چل کھڑے ہوئے جو میدانوں میں چھوڑ دی گئی تھیں۔

گرمی بہت زیادہ تھی۔ دن کے وقت درجۂ حرارت سائے میں ۵۰ ڈگری سنٹی گریڈ ہوتا تھا اور رات کو بھی زیادہ کم نہیں ہوتا تھا۔ کھیت میں کام کرنا بہت مشکل تھا۔ مشینیں چھونے سے ہاتھ جلتے تھے۔ لیکن ہندوستانی مستری گرمی کے عادی ہیں اس لئے کام کرتے رہے۔ سوویت ماہروں کی تعریف کرنی پڑتی ہے کہ ناقابلِ برداشت گرمی کے باوجود یہ لوگ بھی کام میں لگے رہے۔

سورت گڑھ میں صرف گرمی ہی ایک مصیبت نہ تھی۔

سوویت مشینوں کی مدد سے کام ہو رہا ہے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

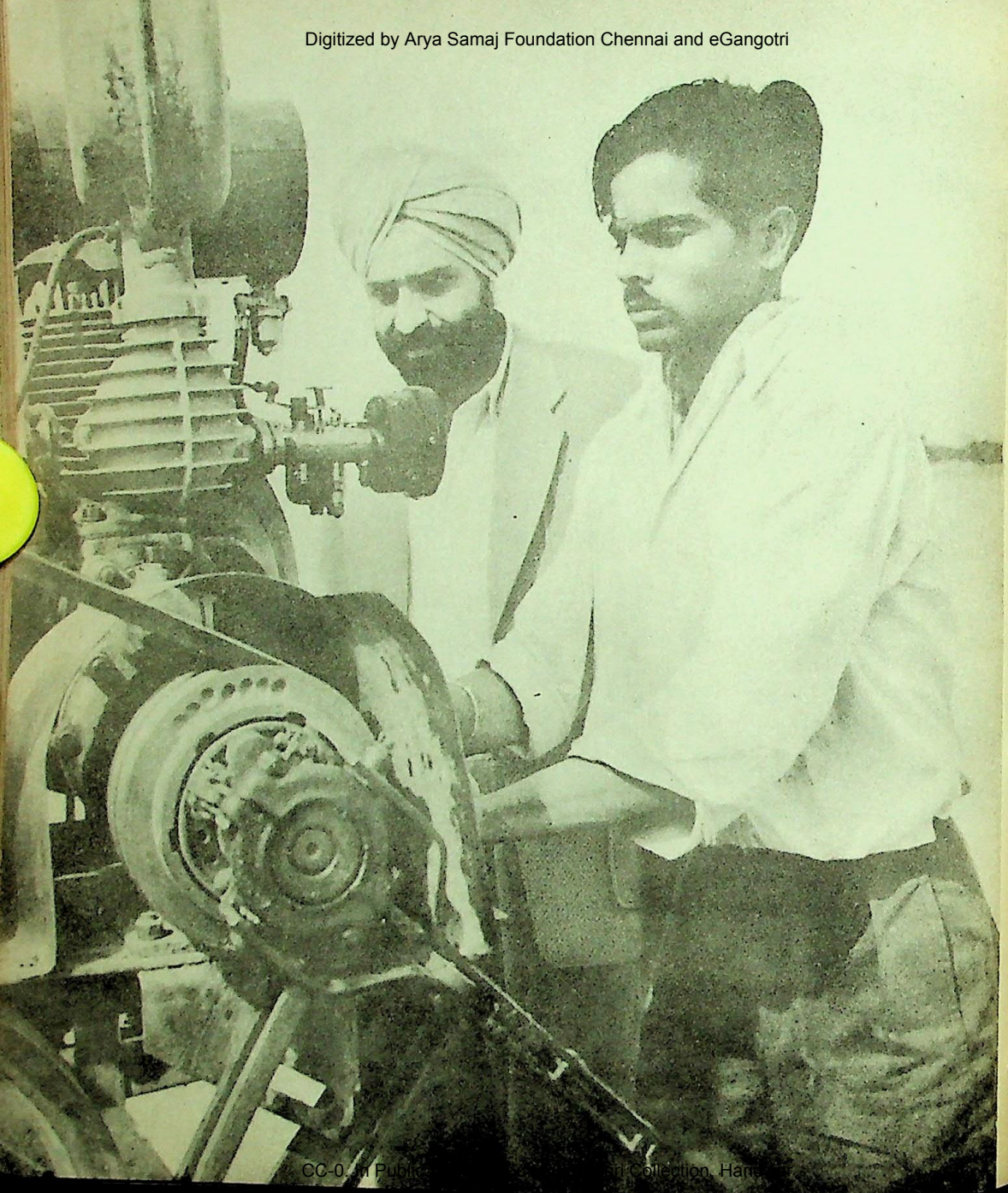

CC-0. In Public Domain. Panini Kanya Maha Vidyalaya Collection. Hardwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ریت کے طوفان بھی آتے تھے اور ایسا غبار چھا جاتا تھا کہ چند گز کے فاصلے پر ٹریکٹر بھی نظر نہ آتے تھے۔ طوفان کی وجہ سے لیکوں میں ریت بھر جاتی تھی اور ٹریکٹر چلانا مشکل ہو جاتا تھا۔ لیکن آدمی اور مشینیں اس آزمائش پر بھی پورے اُترے۔

ہمارے ہندوستانی دوستوں نے ایک قصہ سنایا۔ ہزاروں سال پہلے سورت گڑھ بڑی زرخیز وادی تھی۔ دو دریا اسے سیراب کرتے تھے اور لوگ یہاں کے خوشحال اور کھاتے پیتے تھے۔ لیکن دفعتاً ایک مصیبت نازل ہوگئی۔ برسات کے موسم میں ٹوٹ کے پانی برسا۔ دریاؤں میں طغیانی آگئی اور آس پاس کے کھیت برباد ہوگئے۔ بہت سے لوگ مرگئے اور بہت سے بھاگ کھڑے ہوئے اور اس کے بعد سارا علاقہ بنجر اور ریتلا ہوگیا۔ لوگ نیچر کا مقابلہ نہ کرسکے۔

سورت گڑھ فارم بنانے والوں کے سامنے بھی ایسی ہی مشکل آن پڑی۔ ۲۰ اکتوبر کو ملک کے شمالی حصے میں سخت بارش کے بعد سیلاب آیا اور وہ پانی فارم کے کھیتوں کی طرف بڑھنے لگا کہ سائے کئے دھرے پر پانی پھیر دے۔ نئی نہروں کے ریتلے کنارے بھلا پانی کے دباؤ کا کیا مقابلہ کرتے! چنانچہ کئی جگہ سے ٹوٹ ٹوٹ گئے۔

اس کے خلاف لڑنے کے لئے زبردست محنت کی ضرورت تھی اور ساری مشینوں پر مہارت حاصل کرنا ضروری تھا۔ ٹریکٹروں، بل ڈوزروں، خندقیں کھودنے کی مشینوں اور دوسری تمام مشینوں کو کام میں لگا دیا گیا۔ پشتے کھڑے کئے جانے لگے۔

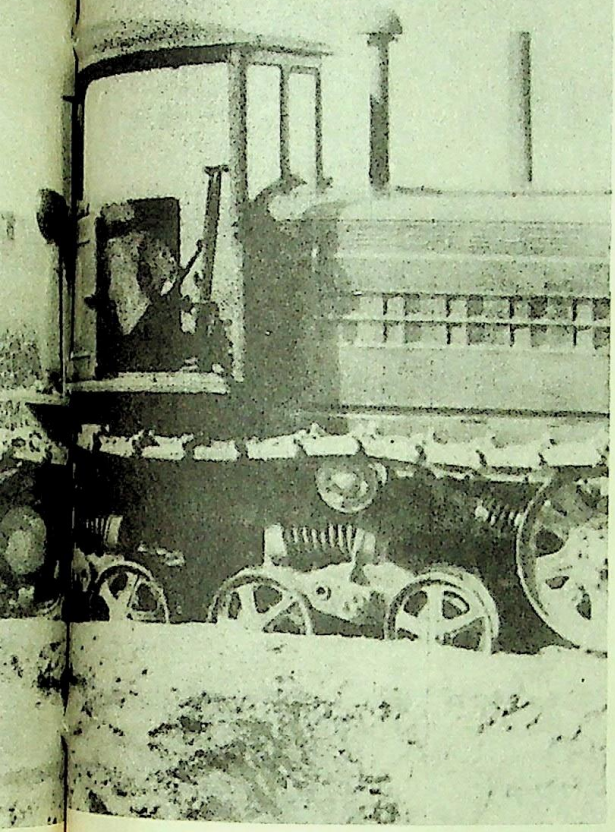

سورت گڑھ فارم پر سوویت مشینیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

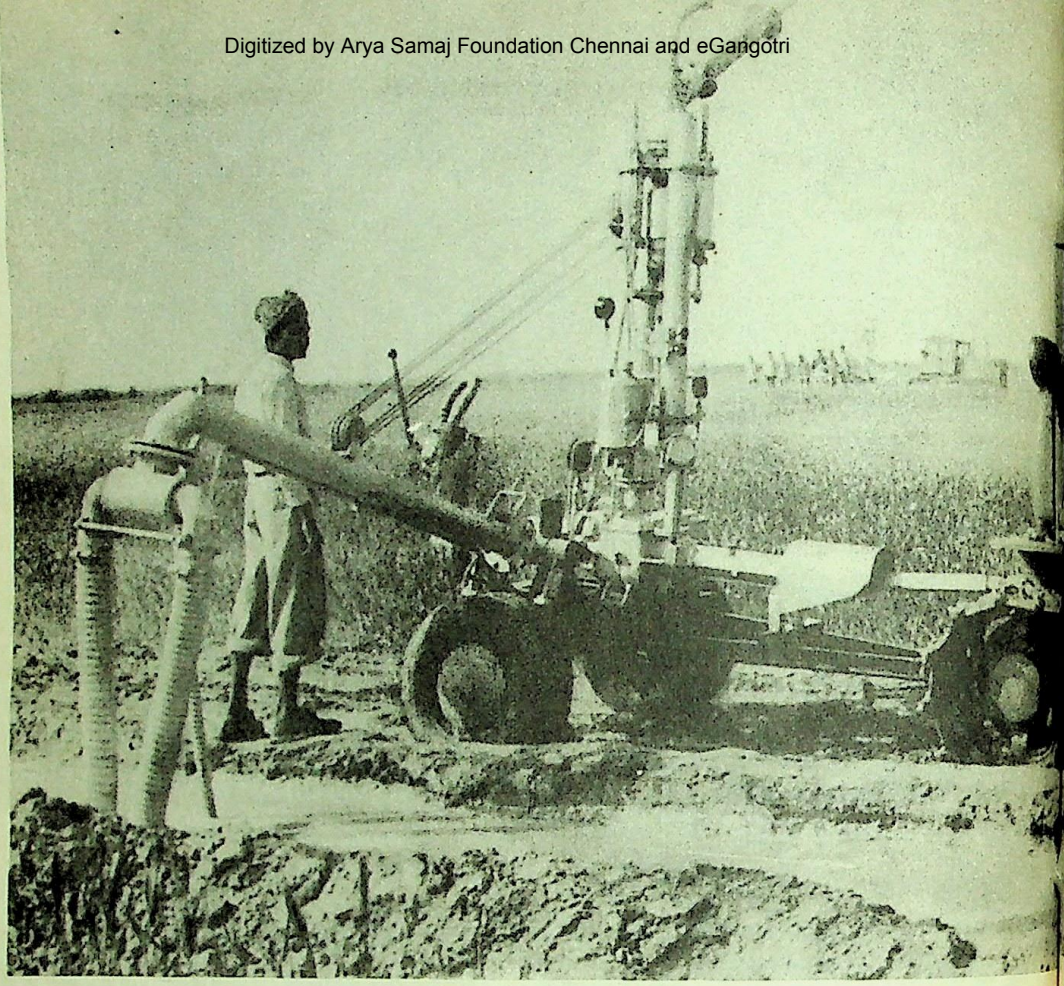

پانی کا رُخ موڑنے کے لئے چھوٹی چھوٹی نہریں کھودی جانے لگیں اور پانی کا رخ کھیتوں کی طرف سے موڑ کر ریتلے ٹیلوں کی طرف کر دیا گیا ہے۔

بعد میں ہمارے ہندوستانی دوستوں نے کہا۔ "سوویت

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

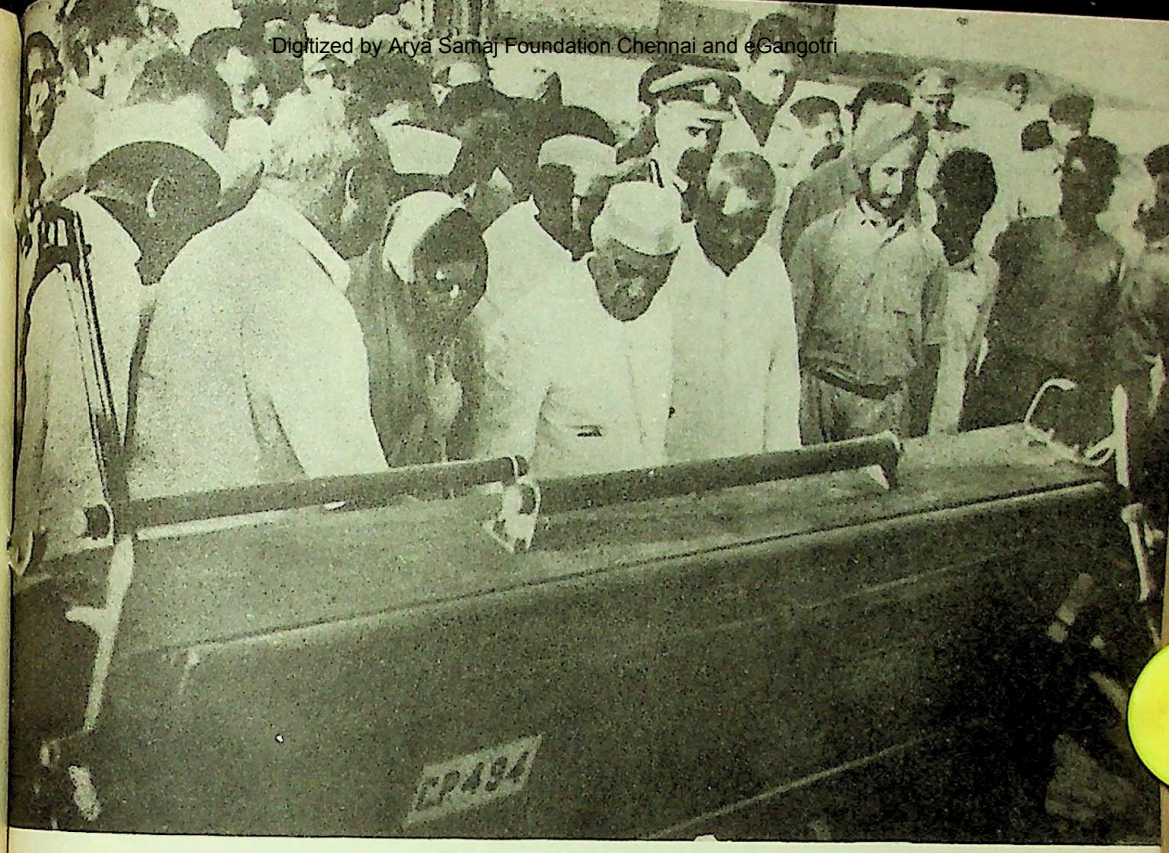

مشینوں نے ہمارے فارم کو بچا لیا۔"

سردت گڑھ کا سب سے اچھا موسم سردی ہے۔ سرسوں کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوتی ہے۔ ہوا صاف شفاف ہوتی ہے اُفق دور دور تک نظر آتا ہے۔ ریتلے ٹیلوں کے پس منظر میں فارم کے کھیت بڑے جاذب نظر ہوتے ہیں۔

گیہوں کے لہلہاتے کھیت ریتلے ٹیلوں تک پہنچ گئے تھے

مرحوم وزیرِ اعظم جواہر لال نہرو سوہات گڑھ فارم میں

جیسے انھیں پیچھے ڈھکیل دینا چاہتے ہیں۔ اب ریت کے ٹیلے کھیتوں کے لئے خطرہ نہیں رہ گئے۔ کھیتوں کے بچاؤ کے لئے درخت ہیں اور نہریں ہیں جو پیاسی زمین کو پانی پہنچاتی ہیں۔ نہروں کے کنارے درختوں کی قطاریں ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اب پانی کافی ہے اور جس جگہ کچھ عرصہ پہلے تک ریت اور خاک اڑا کرتی تھی اب وہاں نخلستان ہے جہاں مسکراتے ہوئے کھیت اور بے شمار سایہ دار درخت ہیں۔

جب ربیع کی تیسری فصل آئی تو میں ایک دن علی الصبح سینئر اگزاکیوٹو مسٹ بودن سنگھ سے ملنے گیا جو اپنے ساتھیوں کے ساتھ مل کر نئے مکان میں رہ رہے تھے۔

مزاج پرسی کے بعد میں نے پوچھا کہ کس چیز کا حساب لگایا جا رہا ہے۔

"ہم لوگ حساب لگا رہے ہیں کہ اس سال ربیع کی پیداوار کیا ہوگی۔ دیکھو نا گیہوں کتنا عمدہ ہے۔" انھوں نے گیہوں کی بالیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو وہیں میز پر پڑی تھیں۔

جب سرسوں کاہی جا رہی تھی اور گیہوں کاٹنے کی تیاری ہو رہی تھی تو مرحوم وزیر اعظم نہرو فارم دیکھنے آئے۔ ان کا بڑے خلوص اور محبت سے سواگت کیا گیا۔ وزیر اعظم نے فارم دیکھا، سارے کام دیکھے اور کمبائن مشینوں کے ذریعے فصل کٹتے دیکھی۔ انھوں نے تفصیل سے مشینوں کے کام کے متعلق پوچھا۔ فارم کے امکانات، کام کے حالات اور کئی اور چیزوں کے متعلق سوال کئے۔

شام کو سورت گڑھ میں تقریر کرتے ہوئے پنڈت نہرو نے فارم کے تمام کارکنوں کے کام کی بڑی تعریف کی۔

سورت گڑھ کی مثال

پچھلی مرتبہ میں سورت گڑھ ۱۹۶۰ء میں گیا۔ ساری جگہ بالکل بدل گئی تھی۔ یہ ۴۵ مربع میل پر پھیلا ہوا ہے اور بہت اچھا لگتا ہے۔ دُور دور تک ہرے کھیت لہراتے ہیں۔ سڑکوں کے جال بچھے ہوئے ہیں، نہریں ہر طرف نظر آتی ہیں اور درختوں کی قطاریں سایہ پھیلاتی ہیں۔ جب میں پہلی بار یہاں آیا تھا اس وقت کی حالت اور آج کی حالت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ جنگل کو نخلستان میں بدل دیا گیا تھا۔

مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ سوویت مشینیں فارم پر سارے کام کر رہی ہیں۔ کھیتوں کو جوتنے، مٹی ہٹانے، فصل کاٹنے، سڑک اور نہریں بنانے، لوگوں کو لانے لیجانے، سامان ڈھونے اور دوسرے کئی کام انجام دے رہی ہیں۔ یہاں سوویت مشینیں بہت مقبول ہیں۔ میں نے کئی گانے سُنے جو مقامی شاعروں نے ان سوویت مشینوں کی تعریف میں لکھے ہیں، مثلاً ایک گیت کا ترجمہ یہ ہے:

سوویت کمبائن
بڑی اچھی مشین ہے دوست
ایک دن میں پوری فصل کاٹ دیتی ہے
اس کا رنگ لال ہے اور آئی ہے ہمارے پاس
اور بس گئی ہے سورت گڑھ میں
یہ ریگستان کو گلستان بنا دیتی ہے

ہندوستان کے لوگوں نے بہت خوبصورت مندر، محل اور مقبرے تعمیر کئے ہیں۔ اب سوویت امداد سے انھوں نے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

حیرت انگیز چیز بنالی ہے سورت گڑھ فارم۔ جب جواہر لال نہرو سورت گڑھ آئے تھے تو انھوں نے اس فارم کو "نیا مندر" کہا تھا۔

فارم ابھی بڑھ رہا ہے۔ سورت گڑھ اس وقت بھی نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے جنوب مشرقی ایشیا میں بہت بڑا فارم ہے۔ اس فارم میں گیہوں، سرسوں، کپاس، چنے، جَو، گنے، باجرہ وغیرہ کے بہترین بیج پیدا کئے جاتے ہیں اور سارے ملک میں تقسیم کئے جاتے ہیں۔ اس میں کئی شاخیں شروع کرنے کا ارادہ ہے۔ فارم میں مویشی اور پرند بھی پالے جائیں گے۔

سورت گڑھ فارم کے تجربے نے ہندوستان میں بڑے پیمانے کے فارموں کے امکانات کو روشن کر دیا ہے۔

ہندوستان کے پہلے ماڈل مشینی فارم قائم کرنے میں براہِ راست شریک ہونے والے کی حیثیت سے مجھے یہ سن کر خوشی ہوئی کہ ہمارے ہندوستانی دوست اپنے ملک کے مختلف علاقوں میں اور زیادہ فارم قائم کرنے والے ہیں۔

اس سلسلے میں مسٹر مہادیو سنگھ نے مجھ سے کہا تھا۔

"سورت گڑھ نے ثابت کر دیا کہ ہندوستان کی زراعت کی ترقی کے لئے یہی بہتر اور منافع بخش راستہ ہے۔"

سورت گڑھ فارم جب بڑھتا گیا اور زراعتی پیداوار میں اس کی اہمیت بڑھی تو حکومتِ ہند نے کئی بڑے پیمانے کے فارم قائم کرنے پر غور کیا۔ سورت گڑھ کے دورے کے وقت جواہر لال نہرو مرحوم نے کہا تھا کہ "اگر ہندوستان کے پاس ایسے ایک ہزار فارم ہو جائیں تو اس کا غذائی مسئلہ حل ہو جائے۔"

* * *

سورت گڑھ فارم سوویت اور ہندوستانی ماہرین کے درمیان زراعت میں تعاون کی ایک علامت ہے۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں۔ سورت گڑھ فارم ریگستان میں زندگی لایا ہے، ملک کو اپنے تجربے اور مثال سے مالا مال کیا ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ سوویت اور ہندوستانی ماہرین نے سورت گڑھ میں جو بیج بوئے ہیں وہ بھرپور فصل میں نمایاں ہوں۔

اڈلین پھل

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

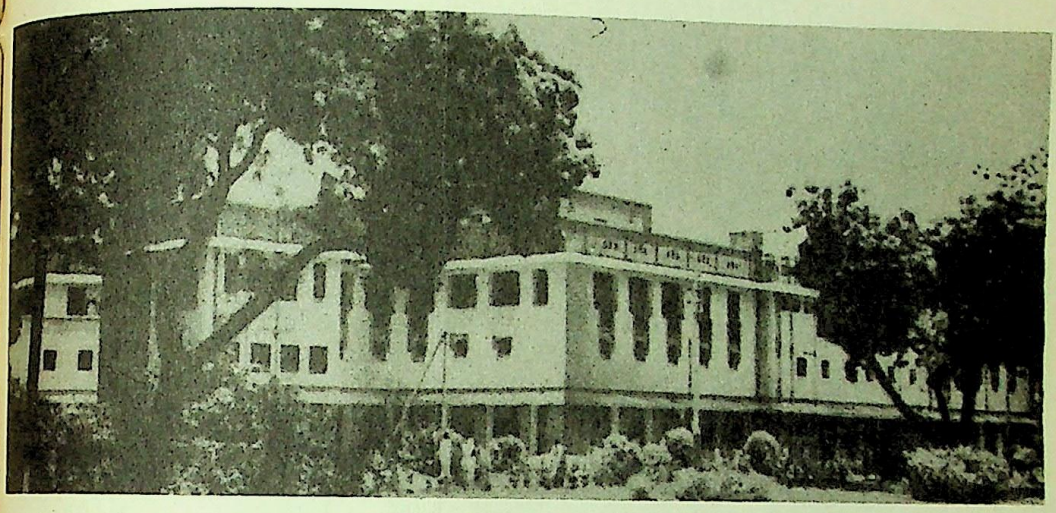

بیماریوں پر حملہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

از: ایم - پی - ماتوئیف
سوویت ڈاکٹر
۱۹۵۷ء تا ۱۹۶۰ء اور ۱۹۶۲ء تا ۱۹۶۴ء
دہلی میں سوویت ریڈ کراس کے ریسرچ اور پریکٹیکل پیڈیاٹرک سنٹر
کے ڈائرکٹر تھے

جب میں پہلی بار ماسکو سے ہندوستان جا رہا تھا تو میرے دوستوں نے مجھے آگاہ کیا۔ "دیکھو کام بہت مشکل ہے.. تمھیں معلوم ہی ہے کہ سامراجیوں نے ہندوستان کی صحت عامہ کو کس حال میں چھوڑا ہے۔"

مجھے کچھ تو احساس تھا کہ ہندوستان میں مجھے حالات کیسے ملیں گے۔ ڈاکٹر کی حیثیت سے میں دوسرے ملکوں اور خاص طور پر ہندوستان میں صحت عامہ کی خدمات کے متعلق پڑھتا رہا تھا۔ لیکن میرے پاس جو تھوڑے سے اعداد و شمار تھے انھوں نے مجھے ان مسائل کے لئے تیار نہیں کیا جن کا میں نے سامنا کیا۔

جب میں ہندوستان پہنچا تب ہی جا کر مجھے احساس ہوا کہ اس ملک کے عوام پر نوآبادیاتی نظام نے کیسی کیسی مصیبتیں توڑی تھیں۔ اس کا سب سے نمایاں اثر صحت عامہ کی خدمات پر تھا۔ یہ ہیں کچھ اعداد و شمار جو ہر شخص کو چونکا دیں گے۔

۱۹۴۷ء میں دنیا میں سب سے کم اوسط عمر ہندوستان میں تھی — یعنی ۲۶ برس۔

بچوں میں شرح اموات ناقابل یقین حد تک بلند تھی — پیدا ہونے کے ایک برس کے اندر ایک ہزار میں سے ۱۴۵ بچے مر جاتے تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دس کروڑ انسان ملیریا کے شکار ہوتے تھے، ۲۵ لاکھ دق کے، ۳۰ لاکھ کوڑھی اور اندھے تھے۔

۶۳۰۰ آدمیوں پر ایک ڈاکٹر تھا اور ۴۰ لاکھ پر ایک صاحبِ لیاقت دوا ساز۔

میں اور بھی ہیبت ناک اعداد و شمار دے سکتا ہوں جن سے اندازہ ہوگا کہ بیرونی راج کے زمانے میں ہندوستان کی صحتِ عامّہ کی کیا حالت تھی۔ لیکن اوپر دئے ہوئے اعداد و شمار یہ بتانے کے لئے کافی ہیں کہ مسئلہ کتنا بڑا تھا۔

ہندوستان میں قیام کے دوران میں نے دیکھا کہ آزادی حاصل کرنے کے بعد ملک نے صحتِ عامّہ میں کافی ترقی کی، ہندوستانی عوام کی صحت بہتر کرنے کا کام صحیح معنی میں ایسا قومی کام تھا جسے صرف سائنسی بنیاد پر، باقاعدہ منصوبہ بنا کر ہی انجام دیا جا سکتا تھا۔

بہتر صحت کی جدوجہد میں ہندوستانی اکیلے نہیں ہیں۔ آزادی کے بعد سوویت یونین اور ہندوستان کے درمیان طبّی میدان میں بارآور تعاون کے وسیع امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔

سنٹر کی تنظیم

۱۹۵۴ء میں ہندوستان کی وزیر برائے صحتِ عامّہ اور انڈین ریڈ کراس کی صدر راج کماری امرت کور سوویت یونین آئیں۔ ہمارے ملک کے دوران قیام میں انھوں نے بچوں کے علاج کے طریقوں کا خاص طور پر مطالعہ کیا۔ ان کی درخواست پر سوویت ریڈ کراس نے فیصلہ کیا کہ چند تجربے کار ڈاکٹر دہلی روانہ کئے جائیں جہاں وہ بچوں کے کلاوتی سرن اسپتال میں ایک سائنٹیفک اور عملی سنٹر قائم کریں۔

سنٹر کو بہتر طور پر چلانے کے لئے سوویت ریڈ کراس نے اسپتال کو تحفے کے طور پر بہت سی دوائیں، ساز و سامان، آلات اور فزیوتھیرپی کے شعبے کے لئے مکمل سامان دیا۔ بعد میں مزید آلات، دوائیں، پولیو ٹیکے سوویت یونین سے آتے رہے۔

۱۹۵۶ء میں سنٹر کا افتتاح ہوا۔ یہاں ممتاز سوویت ڈاکٹروں نے کام کیا جن کے نام سے ہندوستانی لوگ واقف ہیں جیسے این۔ وائی۔ سورن، وی۔ وائی: اسی پوف، اے۔ ایل۔ لیبون، ڈاکٹر پولیاکووا وغیرہ۔

تھوڑے ہی دنوں میں یہ سنٹر بہت مقبول ہو گیا۔ دہلی اور ہندوستان کے دوسرے علاقوں کے علاوہ یہاں آس پاس کے ملکوں کے مریضوں کا بھی علاج کیا گیا جیسے لنکا، سیام اور نیپال کے لوگوں کا۔ سیام سے ایک شخص اپنے چار بچوں کو لایا جن کا علاج یہاں کیا گیا۔

یہاں ہر سال ۹۰ ہزار سے ایک لاکھ مریضوں کا علاج ہوتا ہے۔ فزیوتھرائپک ڈیپارٹمنٹ اور اس کے جمناسٹک سکشن خاص طور پر بہت مصروف رہتے ہیں۔ صرف ۱۹۶۳ء ہی میں اس ڈیپارٹمنٹ میں ۳۰ ہزار مریضوں کا معائنہ کیا گیا۔ اس کے جمناسٹک سکشن میں مساج اور ورزش کے لئے مریض ۵۰ ہزار مرتبہ آئے۔

سوویت ماہرین نے ہندوستانی نرسوں اور عملے کو فزیوتھیرپی کے ساز و سامان استعمال کرنے کے طریقے سکھائے۔ اس سے پہلے ہندوستان میں فزیوتھیرپی کے ماہر بالکل نہیں تھے۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

ڈاکٹر گجرال، ڈاکٹر منڈل، ڈاکٹر سہگل وغیرہ اس میدان میں سب سے پہلے ماہر ہیں۔

سنٹر میں کام کرنے والے سوویت ڈاکٹروں نے محنت میں کوئی کسر نہ اُٹھا رکھی۔ زیادہ پیچیدہ مرض وہ خود دیکھتے تھے۔ ہندوستانی ڈاکٹروں وغیرہ سے مشورہ کرتے اور انھیں تربیت دیتے تھے اور سوویت یونین میں تازہ ترین تحقیقی کام سے انھیں واقف رکھتے تھے۔

سنٹر کے ڈاکٹروں نے اسپتال میں مریض دیکھنے اور علاج کرنے تک اپنے کام کو محدود نہیں رکھا۔ ہفتے میں کئی بار سوویت ڈاکٹر مٹرنٹی اور انفنٹ سنٹروں میں جاکر بیمار بچوں کو دیکھتے۔

ہم ہر طرح سے کوشش کرتے تھے کہ اپنے ننھے بیماروں کی تکلیف کم کریں اور انھیں اچھا کردیں۔ جب مریض اچھا ہوکر گھر جاتا تھا تو ہماری اور ہمارے ہندوستانی دوستوں کی خوشی کی کوئی انتہا نہ ہوتی تھی۔ کئی سابق مریض ہم سے ملنے آتے تھے اور ہمیں خط لکھتے رہتے تھے۔

سوویت یونین کے برخلاف ہندوستان میں گھر جاکر مریضوں کو دیکھنا صحت عامہ کی اسکیم میں شامل نہیں ہے۔ انتہائی مصروفیت کے باوجود ہمارے ڈاکٹر زیادہ سخت بیماروں کے گھر جاکر دیکھتے تھے۔

ہمارے کچھ مریضوں کو ایک یا زیادہ ڈاکٹروں کی مسلسل نگرانی میں رکھا جاتا تھا۔ مجھے ایک نوجوان یاد ہے جو ایک سخت بیماری میں مبتلا تھا۔ وہ پرانی دلّی کے علاقے چاندنی چوک میں رہتا تھا۔ تین ماہروں نے اس کا علاج کیا۔ دوائیں بتائیں، ورزش بتائی اور وہ اچھا ہوگیا۔

مریضوں کے ساتھ خط وکتابت سنٹر کی سرگرمی کا اہم حصّہ تھا۔ ہندوستان اور باہر سے مشورے کیلئے خط آتے رہتے تھے۔ ہمیں احساس تھا کہ وہی لوگ ہمیں خط لکھتے ہیں جو واقعی ہماری مدد چاہتے ہیں اور اس لئے ہم فوراً انھیں مشورہ دیتے یا دوا بھیجتے تھے۔

تجربے میں شرکت

ابتدا ہی سے سنٹر نے طبّی کام کے ساتھ تحقیقی کام اور حفاظتی اطلاعات کا کام جاری رکھا۔

سوویت اور ہندوستانی ڈاکٹروں نے مل کر کئی اہم مسائل پر کام کیا جیسے ٹٹنس، ٹائی فائڈ وغیرہ پر۔

اپنے ہندوستانی ساتھیوں کے ساتھ مل کر تحقیقی کام، کانفرنسوں، میٹنگوں نے اور ہندوستانی رسائل میں ہمارے مضامین نے ہندوستان کے لوگوں کو بتایا کہ سوویت یونین میں صحتِ عامہ اور طبّی تحقیق کا کام کس طرح ہو رہا ہے۔

۱۹۵۷ء سے بچوں کے امراض کے متعلق جتنی کانفرنسیں ہندوستان کے شہروں میں ہوئی ہیں ان سب میں اس سنٹر کے ماہرین نے شرکت کی۔ اس سنٹر کے ڈاکٹروں کے پیش کئے ہوئے مقالوں سے ہمیشہ دلچسپی کا اظہار کیا۔

سوویت ڈاکٹروں کو میڈیکل کانفرنسوں میں دعوت دی جاتی ہے، میڈیکل انجمنوں، اداروں، کالجوں اور اسپتالوں میں وہ تقریریں کرتے ہیں۔ انھوں نے ہمیشہ طبّی مسائل پر بحث میں حصّہ لیا۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سنٹر نے جو طبی کتابیں وغیرہ شائع کیں اور ہندوستانی رسائل میں جو مضامین وغیرہ شائع ہوئے انھیں بہت پسند کیا گیا۔ مرحوم وزیرِ اعظم نہرو، راجکماری امرت کور، مشہور ڈاکٹروں اور رہنماؤں نے ان کی تعریف کی۔

۱۹۶۳ء میں شائع شدہ مضامین کے مجموعے کا ذکر کرتے ہوئے ڈاکٹر بی بی ڈکشت نے لکھا: "میں اس مجموعے کو دلچسپ اور مفید سمجھتا ہوں۔ ہماری لائبریری کے لئے یہ ایک قیمتی اضافہ ہوگا۔"

سات سال میں سائنٹیفک اور پریکٹیکل سنٹر نے چھ نصابی کتابیں اور مضامین کے مجموعے شائع کئے اور ہندوستانی رسائل میں ۱۲۰ مضامین اور تبصرے شائع کرائے اور اس کے علاوہ عام فہم قسم کے بے شمار مضامین شائع ہوئے۔

یہ بار آور تعاون بڑا تسلی بخش تھا۔ برطانیہ، ہالینڈ، اسپین، پولینڈ، چیکوسلاواکیہ، امریکہ، فرانس اور دوسرے ملکوں سے درخواستیں آئیں کہ ان مضامین کی نقلیں انھیں بھیجی جائیں۔

ہندوستان بہت تیزی سے اپنے ڈاکٹروں اور نرسوں کو تربیت دے رہا ہے۔ اپنے ہندوستانی دوستوں کی درخواست پر سوویت ڈاکٹر ہر طرح سے انھیں اپنے تجربے میں شامل کرتے ہیں۔

ہندوستانی ساتھیوں کے ساتھ سائنسی تعاون کی دوسری شکل، یہ ہے کہ سوویت میڈیکل رسائل سے مضامین کے حصے ترجمہ

ہندوستان میں سوویت سفیر ایوان بینی دکتوف ہندوستانی ریڈ کراس کی صدر راجکماری امرت کور کو پولیو سے بچاؤ کے ٹیکوں کی دوا پیش کر رہے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کر کے انھیں دئے جاتے ہیں اور ہندوستانی ڈاکٹروں کو جو تحقیقی کام کر رہے ہیں مشورہ دیا جاتا ہے۔ ایسے ترجموں اور مشوروں کے لئے درخواستیں دہلی اور دوسرے شہروں کے ڈاکٹروں سے آتی رہتی ہیں۔

مجھے ایک خط ڈاکٹر گھبیر شرما کا ملا تھا جس کا ایک اقتباس میں پیش کر رہا ہوں۔

"عزیز پروفیسر صاحب" انھوں نے لکھا۔ "مجھے آپ کو یہ اطلاع دیتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے کہ گزشتہ مہینے میں نے

CC-0. In Public D... Gurukul Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

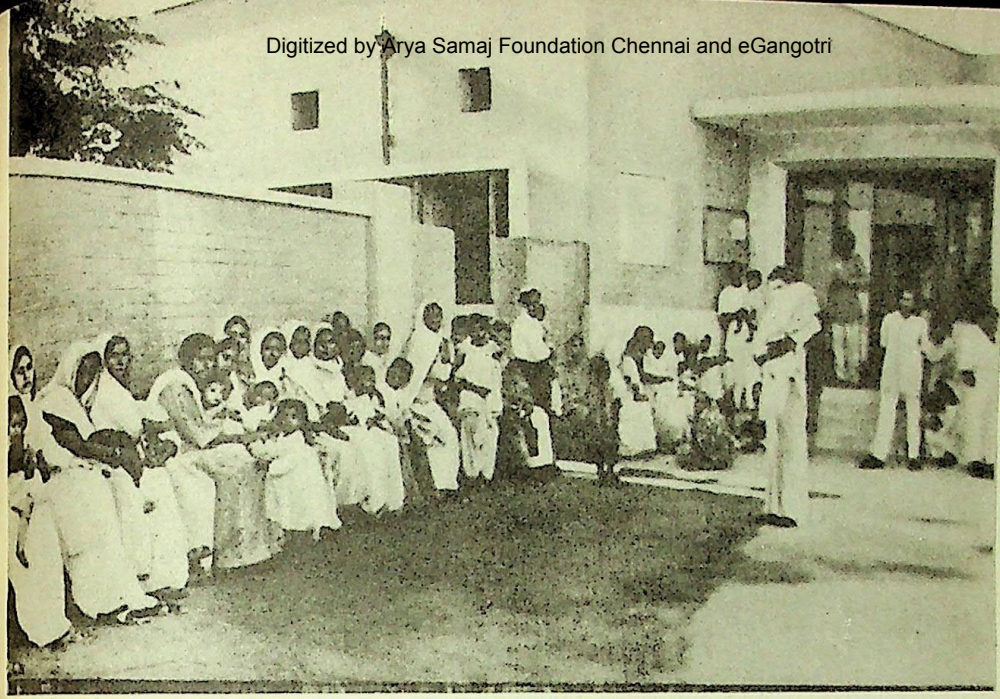

دہلی یونیورسٹی سے ادویات میں ڈاکٹری کا امتحان پاس کرلیا۔ آپ نے میرے مقالے میں مجھے جو مدد دی اس کے لئے میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ آپ کے بیش قیمت مشورے اور ان ترجموں کے بغیر جو آپ نے مجھے دئے اور میرے لئے کرائے تھے میں امتحان میں پاس نہیں ہوسکتا تھا۔"

ایسے خط پاکر یقیناً خوشی ہوتی ہے۔

سنٹر کے سامنگداں ہندوستان میں بچوں کے امراض سے متعلق تحقیقی اداروں سے برادرانہ اور پیشہ ورانہ ربط رکھتے ہیں۔ ۱۹۶۳ء میں حیدر آباد میں بچوں کے امراض کے متعلق کانفرنس

سوویت ڈاکٹر کے انتظار میں

ہوئی تھی جس میں امراض اطفال کی اکادمی قائم کرنے کا اعلان کیا گیا تھا اور اکادمی کی پہلی سالانہ کانفرنس ۱۹۶۴ء میں منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس کے شرکا نے ایک مقالے میں بہت دلچسپی کا اظہار کیا جو سوویت یونین میں تمام بچوں کو پولیو کے ٹیکے لگانے کے سوال پر تھا۔

ہمارے ہندوستانی ساتھی سوویت ماہرین امراض اطفال کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ سنٹر میں تقریر کرتے ہوئے امراضِ اطفال

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

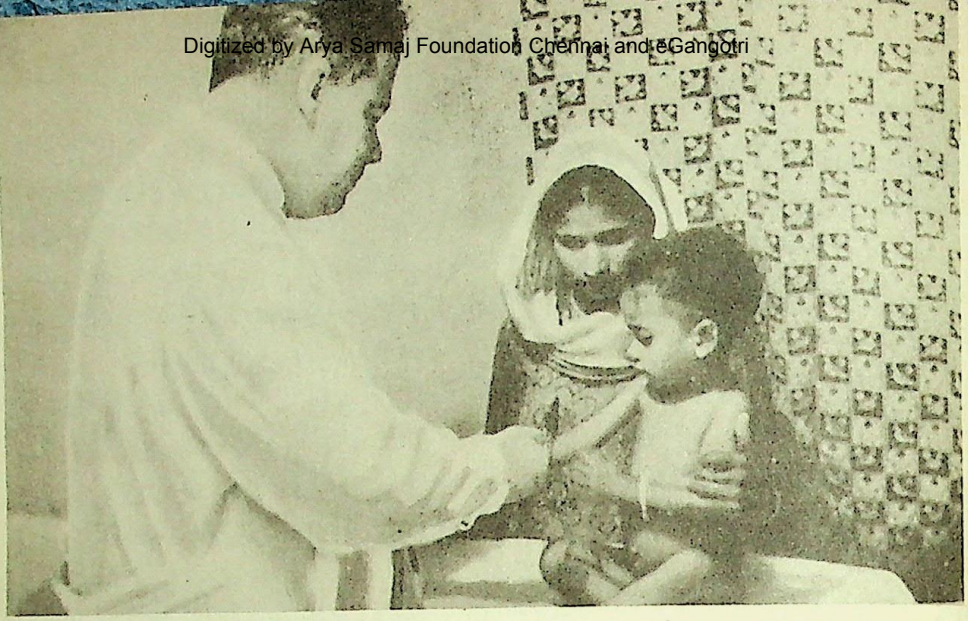

سوویت ڈاکٹر ایم۔ پی۔ ماتوئیف ننھے مریض کو دیکھ رہے ہیں

کی اکادمی کے جنرل سیکریٹری ڈاکٹر ایس۔ سیٹھ نے کہا۔ "ہم ہندوستان کے لوگ سوویت یونین میں امراض اطفال کے علم کی ترقی کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ سوویت یونین سے آنے والے تمام پروفیسر ہندوستان اور ہندوستان کے ماہرینِ امراضِ اطفال کے اچھے دوست ہوتے ہیں۔"

ڈاکٹر سیٹھ نے راقم الحروف کو ایک خط بھیجا تھا، جس میں انھوں نے کہا:

"آپ کے خلوص، دوستی اور ہندوستانی ماہرینِ امراضِ اطفال کے ساتھ اتحاد کے لئے ہم ہندوستان والے آپ کے اور آپ کے ڈاکٹروں کے گروپ کے بہت شکر گزار ہیں۔ میں اس موقع پر آپ اور آپ کے ساتھیوں کا شکریہ ادا کرنا چاہتا ہوں.... مجھے یقین ہے کہ روسی اور ہندوستانی علمِ امراضِ اطفال اور قریب آئیں گے اور ہندوستانی ماہرینِ امراضِ اطفال کو سوویت ماہرین سے علم حاصل کرنے کے بہت سے موقعے ملیں گے۔"

بار آور تعاون

صحتِ عامہ کے میدان میں سوویت ہند تعاون سال بہ سال بڑھ رہا ہے۔ بہت سے ممتاز سوویت ڈاکٹروں نے مختلف ہندوستانی ریاستوں اور شہروں کا دورہ کیا جن میں طبی سائنس کی سوویت اکادمی کے اراکین پروفیسر وشنے وسکی، پتروو سکی، رودنیف، سکولووا پونوماریوا، تور، پروفیسر اندروسوف، کازنت سیوا،

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

شیوچنکو وغیرہ شامل ہیں۔ ان کے لکچروں، رپورٹوں اور آپریشنوں میں ہندوستانی ماہرین نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔

۱۹۶۳ء میں ممتاز سوویت سرجن پروفیسر پیتروویسکی دہلی گئے تو وہاں بہت دلچسپی کا اظہار کیا گیا۔ اپنی مصروفیات کے باوجود پروفیسر موصوف نے دل کا ایک آپریشن کیا۔ ۲۷ سالہ ایک نوجوان کے دل کا آپریشن بہت کامیاب ثابت ہوا۔

آپریشن کے دوران جس ہندوستانی ڈاکٹر نے ان کی مدد کی انھوں نے کہا۔ "پروفیسر پیتروویسکی کی مہارت کو خراجِ تحسین ادا کرنا ہی پڑتا ہے"۔

پروفیسر اندروسوف نے زخم سینے کے آلات کا جو مظاہرہ کیا اس میں ہندوستانی ڈاکٹروں نے بڑی دلچسپی کا اظہار کیا۔ ان مظاہروں کو دیکھنے کے لئے ہمیشہ بہت لوگ آتے تھے جن میں اخباروں کے نمائندے بھی شامل تھے۔

سوویت حکومت اور سوویت ریڈ کراس نے جب چیچک کے ٹیکوں کی دو ابڑی مقداریں تحفے کے طور پر دی تو ہندوستانیوں نے دل سے اس کا خیر مقدم کیا۔ یہ ٹیکے بڑے پیمانے پر استعمال کئے گئے جس کی وجہ سے ہندوستان میں چیچک کے واقعات کو بہت کم کر دیا گیا۔ ہندوستان کے ایک ڈاکٹر پروفیسر کار لانے کہا کہ سوویت ٹیکے بہت اچھے ہیں۔ ہندوستان کی وزیرِ صحت ڈاکٹر سوشیلا نائر نے اس رائے کی توثیق کی۔

ہندوستان کے چند علاقوں میں پولیو کے واقعات کچھ عرصے سے بہت ہو رہے تھے۔ سوویت عوام نے ہندوستانی دوستوں کی خوشی سے مدد کی اور سوویت ریڈ کراس کے ذریعے پولیو کے ٹیکے بھیجے۔

جب میں پہلی بار ہندوستان گیا تو ہندوستانی ساتھی اکثر یہ شکایت کرتے تھے کہ انھیں طبی آلات وغیرہ کے لئے باہر کے ملکوں کا دست نگر ہونا پڑتا ہے۔ جلد ہی اس حالت میں بہتری آئی۔ سوویت یونین نے رشی کیش میں جراثیم کش دواؤں کا ایک کارخانہ، حیدرآباد میں دوسری قسم کی دواؤں کا کارخانہ اور مدراس میں سرجیکل آلات کا کارخانہ قائم کرنے کی پیش کش کی اور کام شروع ہو گیا۔

ان کارخانوں میں جو بیش قیمت دوائیں اور سرجیکل آلات تیار ہوں گے وہ ملک کی مانگ کو بڑی حد تک پورا کر دیں گے۔

رشی کیش کا کارخانہ سالانہ ۳۰۰ ٹن دوائیں تیار کرے گا جس میں ۸۵ ٹن پینی سلین، ۹۵ ٹن اسٹرپ ٹومائسین، ۰،۰ ٹن کلورٹی ٹراسائیلین وغیرہ شامل ہیں۔ حیدرآباد کا کارخانہ سالانہ ۵۰ ٹن دوائیں تیار کرے گا اور مدراس کے کارخانے میں سالانہ مختلف قسم کے ۲۵ لاکھ سرجیکل آلات تیار ہوں گے۔

ہندوستانی اخباروں نے لکھا کہ یہ کارخانے صحت عامہ کے پروگرام میں بہت بڑی امداد ہیں۔

ہندوستانیوں کی مہماں نوازی کو میں کبھی نہ بھولوں گا۔ سوویت عوام کے لئے ہندوستانیوں کے دل میں جو عزت ہے اس کا اظہار میں نے کئی بار دیکھا۔ کبھی کبھی اس کی شکلیں بہت غیر متوقع ہوتی تھیں۔

ایک بار مشورے کے لئے ایک ہندوستانی لڑکا اور ایک لڑکی میرے پاس لائے گئے۔ "تمھارا نام کیا ہے؟" میں نے سوال کیا۔ لڑکی ذرا زیادہ جرأت مند معلوم ہوتی تھی۔ اس نے میرے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوال کا جواب پہلے دیا۔ "میرا نام زویا ہے۔" ہمیں یہ سُن کر حیرت ہوئی کیونکہ زویا عام روسی نام ہے۔ لڑکے نے بتایا کہ میرا نام شورا ہے۔ یہ بھی روسی نام ہے۔ ان کے والدین نے ہمیں بتایا کہ انھوں نے اپنے بچّوں کے نام زویا اور شورا کے نام پر رکھے تھے جنھوں نے ۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۵ء کی عالمگیر جنگ کے زمانے میں فاشستوں کے خلاف لڑتے ہوئے جان دی تھی۔ ہمارے ہیروؤں کے لئے ہندوستانی عوام کے دِلوں میں جو عزت ہے اس سے میں متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

ایک دوسرا مریض ملا جس کا نام گگارن تھا جو دُنیا کے پہلے خلاء باز یوری گگارن کے نام پر رکھا گیا تھا۔

یہ سب باتیں بتاتی ہیں کہ ہندوستانی عوام کے دلوں میں سوویت عوام کے لئے کتنی قدر ہے۔

یہ قدر و محبت دو طرفہ ہے۔ سوویت عوام کے دل و دماغ ہندوستان کے کروڑوں انسانوں کے ساتھ ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

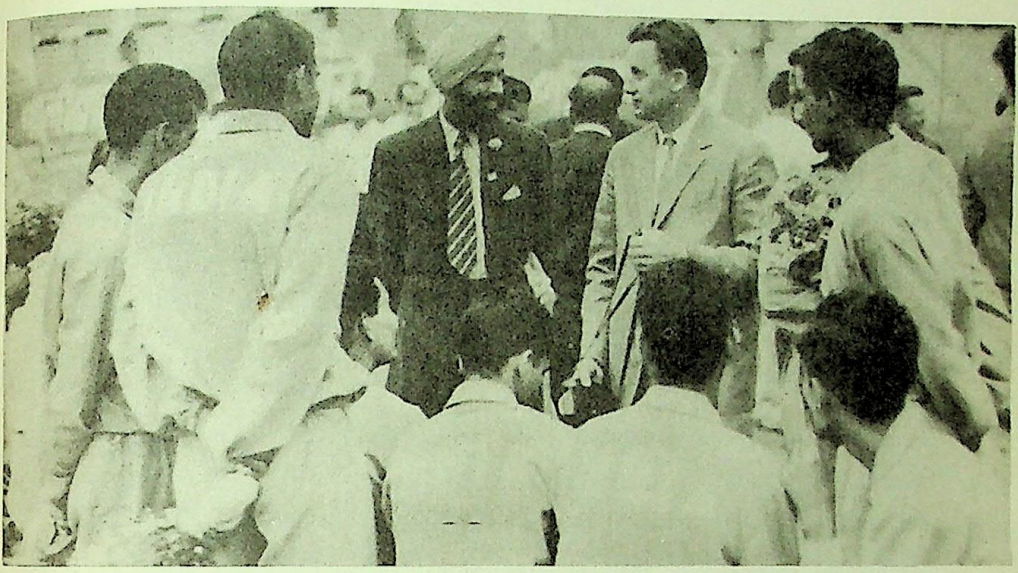

کھیل
کے
میدان میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

از : ایم - پیمے نوف

کھیل کود کے ماہر

جنھوں نے ۱۹۶۰ء سے ۱۹۶۲ء تک ہندوستان میں تربیت دی۔

ہندوستان سے میرا پہلا واسطہ ۱۹۵۲ء میں پڑا جب ماسکو میں عالمی والی بال کے مقابلے میں ہندوستانی ٹیم حصّہ لینے آئی۔ ان کی آمد سے مقابلے کے شرکاء میں اور دیکھنے والوں میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا گیا۔

ہمیں معلوم ہے کہ عالمی مقابلے میں ہندوستانیوں کی اولین شرکت میں انھیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ انھیں تجربے کار فرانسیسیوں سے شکست ہوئی جنھوں نے مل کر کھیلنے کا بہترین مظاہرہ کیا۔ لیکن اس کے باوجود ہندوستانیوں نے ماسکو میں کچھ کامیابی بھی حاصل کی۔ جب بعد میں ساتویں اور گیارہویں جگہ کے لئے مقابلہ ہوا تو ہندوستانی مردوں کی ٹیم کو آٹھواں مقام حاصل ہوا۔ انھوں نے پولینڈ کی مضبوط ٹیم سے شکست کھائی۔

ہندوستانی عورتوں کی ٹیم کا مظاہرہ اتنا اچھا نہیں رہا۔ ہندوستان میں عورتوں کا والی بال ہوتا ہی نہیں تھا۔ عورتوں کی ٹیموں میں مقابلہ ہوتا ہی نہ تھا جس کے معنی یہ تھے کہ عالمی مقابلے کے لئے کھلاڑیوں کو منتخب کرنا مشکل تھا۔ جیسا کہ ہندوستانی لڑکیوں نے ہم سے کہا کہ ہم مقابلے میں دیکھنے اور سیکھنے آئے ہیں۔

عالمی مقابلہ ہندوستان کے والی بال کھلاڑیوں کے لئے نیا تجربہ تھا۔ انھیں دیکھنے کا موقع ملا کہ دنیا کے والی بال میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

کون کونسی مکینکل اور دوسری ترقیاں ہوئی ہیں۔ ہندوستانی مہمانوں اور سوویت کھلاڑیوں نے جو ہمیشہ دوسروں کو اپنے تجربے میں شامل کرنے کے لئے تیار رہتے ہیں محسوس کیا کہ ہندوستانیوں کو مدد کی ضرورت ہے۔ کچھ عرصہ بعد ہندوستان نے سوویت والی بال ٹیم کو دعوت دی کہ آکر دوستانہ میچ کھیلے جن سے ہندوستانی کھلاڑیوں کو بڑا فائدہ ہوگا۔

سوویت یونین میں والی بال بہت مقبول ہے اور جہاں بھی جائیے والی بال کورٹ مل جائے گا۔ ہمارے یہاں والی بال کے مقابلے ہوتے رہتے ہیں اور نوجوانوں کی ٹیموں میں میچ ہوتے ہیں سوویت یونین نے بہت سے بین الاقوامی والی بال مقابلے جیتے ہیں سوویت مردوں کی ٹیم نے ۱۸ ویں اولیمپک گیمس میں کامیابی حاصل کی۔ گزشتہ چھ برس میں سوویت قومی والی بال ٹیم نے ۶۰ مقابلے جیتے اور صرف ۴ ہارے۔

کیف کی "اسپارتاک" ٹیم سے ہندوستان جانے کے لئے کہا گیا۔ راقم الحروف بھی اس ٹیم کا رکن تھا۔

ہندوستانیوں نے ہمارا بڑا پرخلوص سواگت کیا۔ سوویت یونین ہندوستان کو جو بے لوث مدد دے رہا ہے اور ہندوستان کی معیشت کو اپنے پیروں پر کھڑے ہونے میں امداد دے رہا ہے اس کی ہندوستان میں بڑی قدر کی جاتی ہے۔ ہم نے اس خلوص کا جواب یہ دیا کہ ہمارے بس میں جو کچھ تھا ہم نے اپنے ہندوستانی دوستوں کو سکھایا۔

میں جب بھی ہندوستان گیا ہوں تو اس بات کا مظاہرہ ہوا ہے کہ ہندوستان والوں کے دلوں میں سوویت عوام کے لئے دوستی کا کتنا جذبہ موجود ہے۔

ہندوستان اس وقت ماضی کی لعنتیں ختم کرنے پر کمربستہ ہے۔ اس کی صنعت اور زراعت میں ترقی ہو رہی ہے اور کلچرل میدان میں ملک آگے بڑھ رہا ہے۔

ہندوستان کے نوجوان ہر قسم کے کلچرل کاموں میں دلچسپی رکھتے ہیں۔ وہ گانے ناچ اور تھیٹر کے پروگرام منظم کرتے ہیں، لوگ پارکوں اور چوراہوں میں بیٹھ کر ان فنکاروں کے مظاہرے دیکھتے ہیں۔ ہم سب ان کے اس شوق سے متاثر ہوئے۔

اسپورٹ میں بھی یہ لوگ بڑی دلچسپی رکھتے ہیں۔ کلکتہ، بمبئی، دہلی اور دوسرے شہروں میں لوگ اتوار کو مقابلوں کو دیکھنے آتے ہیں۔ یہاں کے مقبول کھیل ہاکی، کرکٹ، کشتی، فٹ بال اور والی بال ہیں۔ سوویت یونین میں ہم لوگ جانتے ہیں کہ ہندوستانی ہاکی ٹیم نے دنیا میں نام پیدا کیا ہے۔

لیکن اولیمپک میں کھیلوں کی مختصر فہرست ہے۔ اولیمپک کے بہت سے کھیل ہندوستان میں نہیں کھیلے جاتے یا بہت ابتدائی منزل میں ہیں۔ ہمیں یہ سن کر تعجب ہوا کہ ہندوستان کے اسکولوں میں فزیکل ٹریننگ نصاب میں شامل نہیں ہے اور بچے صرف اسکولوں کے بعد کھیلوں میں حصہ لیتے ہیں اور یہ سرگرمیاں بھی بہت دلچسپ نہیں ہیں۔ نوجوان نسل اسپورٹ کو فزیکل ٹریننگ کا جامع نظام نہیں سمجھتی بلکہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

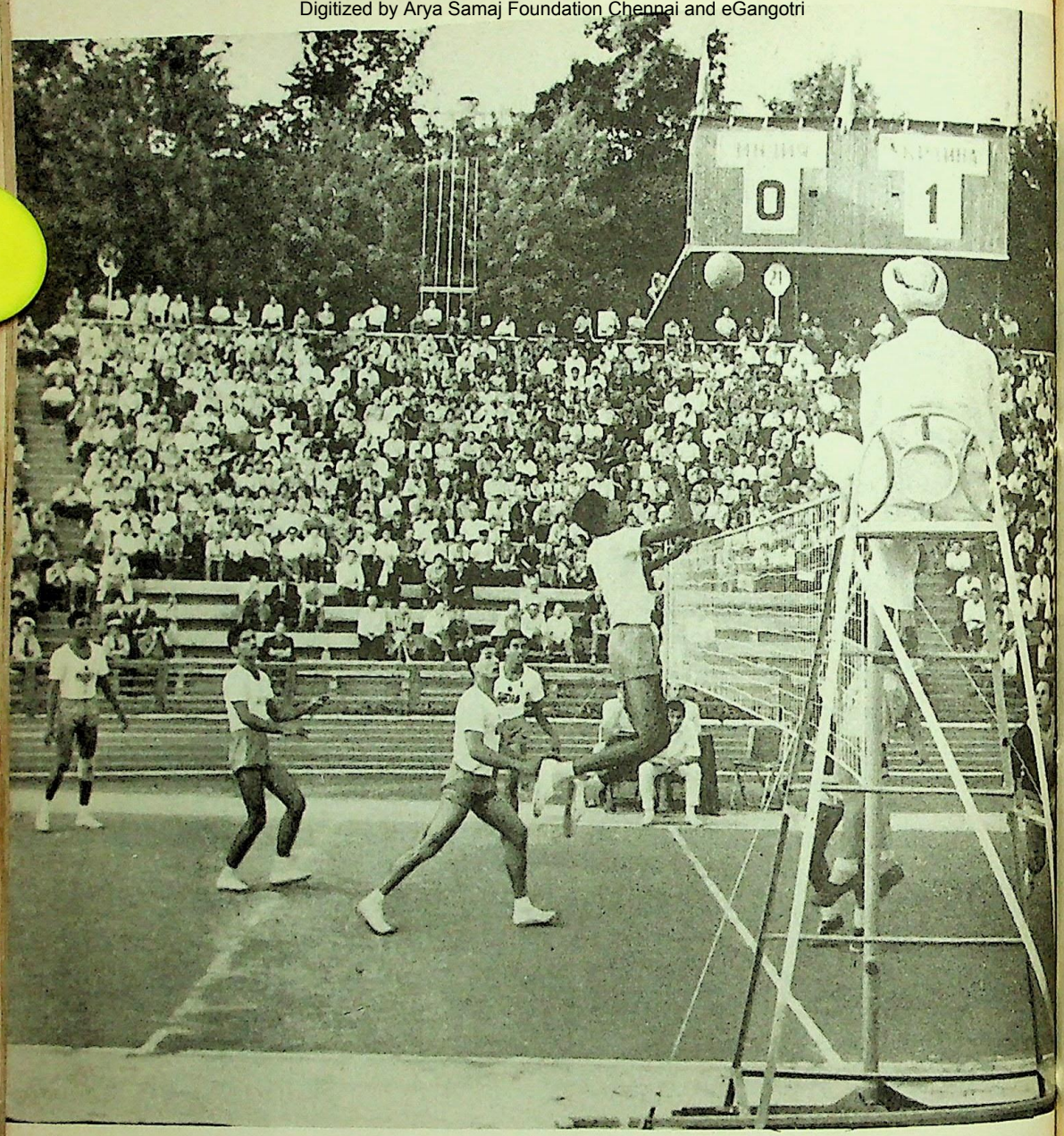

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

صرف دلچسپی کا ذریعہ سمجھتی ہے۔

ہندوستان کے دورانِ قیام میں ہم نے کھلاڑیوں کے مناسب ٹریننگ کا انتظام کیا۔ ہندوستانی ماہروں کو تازہ ترین طریقے سکھائے، موجودہ اسپورٹ کے نکات اور طور طریقے بتائے۔

ہندوستان میں ہمارے اسپورٹ ماہرین کا ایک کام یہ تھا کہ مختلف اسپورٹس فیڈریشنوں کی سرگرمیوں کو بہتر کریں۔ یہ کافی پیچیدہ کام ثابت ہوا۔ آج تک بہت سے فیڈریشنوں کے پاس کوئی پروگرام نہیں ہے اور نہ تجربہ ہے۔ ان کے زیادہ تر ممبر مختلف شہروں اور ریاستوں میں رہتے ہیں۔ اس کی وجہ سے فیڈریشنوں کے پاس کام کرنے والی تنظیمیں نہیں ہیں جو فیڈریشن کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنائیں۔

ہندوستانی اولمپک ایسوسی ایشن اور اسپورٹس کی ہندوستانی کونسل کے درمیان کام کی تقسیم ابھی نہیں ہے۔ ملک میں اسپورٹ کے دوسرے ادارے بھی ہیں (فوجیوں کے لئے، پولیس کے لئے اور ریلوے کے لئے) اس لئے اسپورٹ کے انتظام میں یکسانیت پیدا کرنا اور اسے بہتر بنانا بہت مشکل کام تھا۔

ریاستوں میں تیاری کانفرنسیں ہوئیں اور پھر دہلی میں ۱۹۶۲ء میں اسپورٹس کی قومی کانگریس منعقد ہوئی جس میں کئی مسائل پر غور کیا گیا۔ سوویت جمناسٹک کوچ سانے بلدزے کے ساتھ مجھے بھی کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ ہمارے میزبانوں نے ہندوستانی اسپورٹس کو بہتر کرنے کے متعلق ہماری رائے دریافت کی۔ ہمیں ہندوستانی دوستوں کی مدد کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی تھی اس لئے ہم نے خاص طور پر تجویز پیش کی کہ مقابلوں کی تنظیم بہتر کی جائے۔ کوچنگ کیلئے تربیت دی جائے اور ریفریوں کی ٹریننگ کا انتظام کیا جائے اور ملک میں جمناسٹک اور والی بال کو ترقی دینے کیلئے قدم اٹھائے جائیں۔

فیڈریشنوں نے ہماری امداد کی بڑی قدر کی۔

والی بال فیڈریشن کے صدر مسٹر اروڑا نے مجھ سے کہا کہ "اب ہمیں احساس ہوا ہے کہ ہم زیادہ اعتماد سے کام کر رہے ہیں، اور موجودہ ضروریات کے مطابق عمل کر رہے ہیں۔"

میں نے دو کل ہند والی بال مقابلوں کو دیکھا۔ ایک جمشید پور میں ۱۹۵۹ء میں ہوا اور دوسرا دہلی میں ۱۹۶۰ء میں۔ ۱۹۵۹ء والا مقابلہ غیر تسلی بخش تھا، کیونکہ سرکاری جیوری موجود نہیں تھی، میچ وقت پر نہیں ہوئے اور کورٹ بھی اچھے نہیں تھے۔

میں نے والی بال فیڈریشن کو قومی مقابلے منظم کرنے کے متعلق رپورٹ پیش کی۔ میری بہت سی تجویزیں قبول کر لی گئیں اور اگلے مقابلے پر اُن پر عمل ہوا۔ ۱۹۶۰ء کے قومی مقابلے کے لئے ریفریوں کا ایک بورڈ قائم ہوا، بہترین ججوں کو مقرر کیا گیا اور میچوں کو وقت پر کھیلا گیا۔ ایک اناؤنسر تماش بینوں کو کھیل کے نتائج سے آگاہ کرتا رہتا تھا اور مقابلے کے قاعدے بتاتا رہتا تھا۔ ۱۹۶۲ء کا کل ہند والی بال مقابلہ اور زیادہ بہتر طور پر منظم ہوا۔

گزشتہ چند برسوں میں ہندوستانی والی بال کھلاڑیوں کا کھیل بہت بہتر ہوا ہے۔ والی بال ملک میں مقبول ہوتا جا رہا ہے۔

میں نے اور میرے ساتھیوں نے والی بال کے کھلاڑیوں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

اور کوچوں کو پھر سے ٹریننگ دینے پر زیادہ توجہ دی۔ چھ مہینے میں میں نے کئی ہندوستانی ریاستوں کا دورہ کیا۔ کھلاڑیوں کو ہمیں بالکل ابتدا سے ٹریننگ دینی پڑی۔ ہم نے حملے اور دفاع کے طریقے بتائے اور ٹیم ورک کے طریقے سکھائے جو کہ موجودہ اسپورٹس کی بنیاد ہے۔ ہم نے ٹریننگ دینے والوں کے ساتھ بہت سے سوالوں پر تبادلہ خیال کیا۔

ہندوستانی کھلاڑیوں کے ساتھ کام کرنے سے خوشی محسوس ہوتی تھی۔ ہم نے دیکھا کہ ان میں ڈسپلن ہے اور غور سے سنتے ہیں ہمارے دو سال کے قیام میں ہمارے ہندوستانی دوستوں نے کافی ترقی کی۔

ہماری باہمی محنت بار آور ثابت ہوئی۔ ایک مثال سنئے۔ جب ۱۹۶۰ء میں ماسکو کی والی بال ٹیم ہندوستان گئی تو ہمارے کھلاڑیوں کو خیال تھا کہ وہ بہت آسانی سے میچ جیت لیں گے۔ لیکن انھیں دیکھ کر حیرت ہوئی کہ ہندوستان کے کھلاڑی ان کا سخت مقابلہ کر رہے ہیں اور ان میں جیتنے کی اُمنگ ہے اور کھیل کی جدید تکنیک۔

چند دوسرے کھیلوں میں بھی یہ بات صادق آتی ہے۔ اس زمانے میں ٹریک اور فیلڈ کے کوچ کزنت سیف ہندوستان میں تربیت دے رہے تھے اور ہندوستانی کھلاڑیوں سے انھیں بہت امیدیں وابستہ تھیں۔ یہ اتفاقی بات نہ تھی کہ ملکھا سنگھ نے روم اولمپکس میں ۴۰۰ میٹر کی دوڑ میں انعام حاصل کیا اور کرشنن دُنیا کے بہترین ٹینس کھلاڑیوں میں ہیں۔

اسپورٹس کو امید نوجوانوں سے ہے۔ اسی لئے سوویت ماہروں کے مشورے سے ہمارے ہندوستانی دوستوں نے بچوں اور طلباء کے اسپورٹس کلب قائم کئے۔ ہندوستان کے اسپورٹس میں یہ جدّت آئندہ برسوں میں بہت بار آور ثابت ہوگی۔ اسی قسم کی سوویت تنظیموں کا ہمیں بہت خوشگوار تجربہ ہے۔

۱۹۶۱ء میں پٹیالہ میں پہلا ٹریننگ اسکول قائم ہوا یعنی نیشنل اسپورٹس انسٹی ٹیوٹ۔ انسٹی ٹیوٹ کے پہلے طلباء کھلاڑیوں کو تربیت دینے لگے ہیں۔

ہندوستان کے کچھ ماہر سوویت یونین میں تجربہ حاصل کر رہے ہیں۔ مثلاً والی بال کوچ گورنجش سنگھ سندھو لینن گراڈ کے فزیکل کلچر کالج میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ نیشنل اسپورٹس انسٹی ٹیوٹ کے تین طلباء تاشقند میں ردسی سیکھ رہے ہیں۔ ایک سال بعد یہ لوگ سوویت یونین کے اسپورٹ اداروں میں پوسٹ گریجویٹ کی تعلیم حاصل کریں گے۔ یہاں ہندوستانی ساتھیوں سے کوئی چیز چھپائی نہ جائے گی بلکہ یہاں مدرس انھیں تمام تجربوں میں شامل کریں گے جو سوویت اسپورٹس کو کئی برسوں میں حاصل ہوئے ہیں۔

ہندوستان کے اسپورٹس ایک شکل اختیار کر رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے ہندوستانی دوست دنیا کے بہترین کھلاڑیوں کے برابر پہنچ جائیں گے۔ ہم دل سے ان کی کامیابی کے متمنی ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

رکشابندھن
کے رشتے
مضبوط تر ہو رہے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

از: وائی۔ پی۔ چیلی شیف
سوویت ہند کلچرل تعلقات سوسائٹی کے
نائب صدر اور سوویت سائنس اکادمی کے
مشرقی ادبیات کے سکشن کے سربراہ ہیں

میں ۱۹۶۴ء میں ہندوستان میں اس دن تھا جب رکشا بندھن کا تہوار تھا۔ اس دن بہنیں اپنے بھائیوں کی کلائیوں پر راکھی باندھتی ہیں جو اٹوٹ رشتے، باہمی محبت اور مدد کی علامت ہے۔ جب اس موسم خزاں میں میں اپنے ہندوستانی دوستوں سے ملنے گیا تو میزبان خاتون نے میری کلائی پر ایک رنگین راکھی باندھی جو سوویت مہمان کی طرف عزت اور دوستی کا اظہار تھا۔

میں اس سے بہت متاثر ہوا۔ میرے میزبان میرے جذبات میں میرے شریک تھے۔ جب میں نے کہا کہ مجھے امید ہے کہ راکھی کے دھاگے دوستی کے مضبوط اور خوبصورت رشتے ہوں گے تو ہندوستانی دوستوں نے بہت جوش سے اس امید کا خیر مقدم کیا۔

گزشتہ دس برس میں میں کئی بار ہندوستان گیا ہوں۔ میں نے ہندوستانی عوام کو نئی زندگی کی طرف اولین قدم اٹھاتے دیکھا ہے۔ میں نے ہمالیہ سے کنیا کماری تک اور کلکتہ سے امرتسر تک سارے ملک کا دورہ کیا ہے۔ ہندوستان میں میرے بہت سے اچھے دوست ہیں۔ میں مختلف عمر، پیشے، خیالات اور زبان بولنے والوں سے ملا ہوں۔ میں نے ہندوستانی ادیبوں، عالموں کی کانفرنسوں میں شرکت کی ہے۔ مقالے پڑھے ہیں اور ہندوستانی یونیورسٹیوں اور کالجوں میں رپورٹیں پیش کی ہیں اور ہندوستان میں امن کے جلسوں میں شریک ہوا ہوں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

زندگی کا آئینہ

میں نے اپنی زندگی ہندوستان کے مطالعے میں صرف کی ہے۔ میں سوویت عوام کو ہندوستان کے ادب سے روشناس کراتا ہوں۔ میں نے ہندوستانی عوام کی زندگی کا مطالعہ کیا ہے اور ان کی زندگی میں جو تبدیلیاں ہوتی ہیں ان کو دیکھ کر مجھے خاص طور پر اس ملک کے کلچر میں دلچسپی پیدا ہوئی اور میں یہ دیکھنے کی کوشش کرتا ہوں کہ یہاں کے ادب اور آرٹ میں اس حقیقت کا کس طرح اظہار ہوتا ہے۔

ہندوستان کے ادیب اور فنکار اپنے عوام کی مدد کرتے ہیں کہ نئی زندگی تعمیر کریں۔ ان کی تخلیقات حقیقت کی آئینہ داری کرتی ہیں اور ان گوشوں کو پیش کرتی ہیں جو عام طور پر روزآنہ کی زندگی میں ہمیشہ نظر نہیں آتے۔

یہ تخلیقات کروڑوں سوویت عوام کو بھی ہندوستان سے واقف ہونے میں ان کے مقصد اور خواہشوں کو سمجھنے میں مدد دیتی ہیں۔

کوئی پانچ سو ہندوستانی کتابوں کے ترجمے سوویت یونین کی ۳۲ زبانوں میں ہوئے ہیں اور یہ دو کروڑ کی تعداد میں شائع ہوئی ہیں۔ یہ اعداد و شمار بتاتے ہیں کہ سوویت عوام کو ہندوستانی ادب سے کتنی دلچسپی ہے۔

سوویت عوام میں یشپال کا ناول "جھوٹا سچ" امرت لال ناگر کا "ایک بوند ایک سمندر" رینو کا "میلا آنچل" کرشن چندر کا "ایک عورت ہزار دیوانے" بہت مقبول ہوئے۔ ہمیں ٹیگور، بھارتی، اقبال، ولا تھول، نذرالاسلام، نرالا، پنت اور دوسرے ہندوستانی شاعروں کی تخلیقات بہت پسند ہیں۔ ان تمام شاعروں نے اور جدید شاعروں نے ہمارے سامنے جذبات کی ایک نئی دُنیا، ہندوستانیوں کی اندرونی زندگی کے گوناگوں گوشے پیش کئے ہیں۔

ہمیں احساس ہے کہ ہندوستانی ادیبوں میں اپنے ملک کی طرف سے ذمہ داری کا احساس بہت ہے، وہ عوام کی زندگی میں ادب کے بڑھتے ہوئے پارٹ سے واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ ہندوستان کی آزادی اور امن پسند پالیسی کو مستحکم بنانے میں اسی ادب کو اہم پارٹ ادا کرنا ہے۔

ہندوستان کے بہت سے ادیب میرے اچھے دوست ہیں۔ ان کی نئی کتابیں جب ہمیں ملتی ہیں تو بڑی خوشی ہوتی ہے۔ میرے قدیم دوست سمرانندن پنت نے اپنی ہندی کی نئی نظم "لوک آیت" بھیجی۔ ہم نے بہت دلچسپی سے اسے پڑھا۔ خاص طور پر ان حصوں کو جو ہمارے ملک کے متعلق ہیں۔

۱۹۶۱ء میں پنت جی سوویت یونین میں تھے اور جب انھیں اس نظم کا خیال پیدا ہوا تو خوش قسمتی سے میں ان کے ساتھ تھا۔ مجھے اب تک یاد ہے کہ ۷ نومبر کو لال چوک میں وہ کس غور سے جلوس کو دیکھ رہے تھے۔ وہ بہت سے سوویت شہریوں سے ملے، ان سے باتیں کیں اور وہ میرے گھر بھی آئے۔ واپس جا کر انھوں نے اپنے ہموطنوں کو بتایا کہ سوشلزم کی اس سرزمین کی انھیں کونسی بات بھائی تھی۔ انھوں نے کہا کہ مجھے ہر جگہ ترقی کے مظاہر ملے اور

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

خوش وخرم عوام۔ انھوں نے کہا کہ میں سمجھتا ہوں کہ ماسکو ساری نوع انسانی کا سائنس اور کلچر کا مرکز ہے۔ سمترانندن پنت اور میں لینن کا مقبرہ دیکھنے گئے اور شاعر نے عالمی مزدوروں کے رہنما کے متعلق کہا کہ وہ "نئے عہد کا پیامبر تھا اور مظلوموں کو آزادی دلانے والا"۔

نمایاں تبدیلیاں

۱۹۶۴ء میں جب میں ہندوستان گیا تو کلکتہ میں ایک پریس کانفرنس ہوئی۔ جب میں نے بتایا کہ میں پہلی بار دس برس پہلے ہندوستان آیا تھا تو ایک اخبار نویس نے سوال کیا کہ آپ ان دس برسوں میں کون سی نمایاں تبدیلیاں دیکھتے ہیں۔

مجھے ۱۹۵۵ء کا سال یاد آیا جب میں پہلی بار ہندوستان آیا تھا اور ایشیائی ملکوں کی کانفرنس منعقدہ دہلی میں ہندوستانی دوستوں سے ملا تھا اور پہلی بار ہندوستانی سڑکوں پر چلا تھا اس وقت ہندوستان کے پاس بھلائی کا زبردست کارخانہ نہ تھا اور نہ سورت گڑھ کا فارم۔ ستلج پر بھاکڑہ ننگل کی نیو کھودی جا رہی تھی۔ کوئی نہ جانتا تھا کہ ہندوستان میں تیل کے زبردست ذخائر ہیں اور مغرب کے ماہر اس تصور ہی کو رد کر رہے تھے "ہندی روسی بھائی بھائی" کا نعرہ شروع ہی ہو رہا تھا۔

تب سے بہت کچھ بدل چکا ہے، ہندوستانی عوام کی زندگی میں اہم تبدیلیاں ہو چکی ہیں۔ ہندوستان کی عظیم قوم روز بروز جوان ہوتی جا رہی ہے۔ امرائی کے پاس کارخانے کی چمنی نظر آتی ہے اور قدیم مندروں سے زیادہ بلند تیل کے ڈیرک نظر آتے ہیں۔

۱۹۵۵ء کے ہندوستان کا آج کے ہندوستان سے مقابلہ کرتے ہوئے یہ چیزیں ذہن میں آتی ہیں۔ لیکن ایک تبدیلی اور بھی ہے جو شاید چھچھلتی نظر ڈالنے والے کو نظر نہ آئے لیکن ایک سوویت شہری کی حیثیت سے میرے لئے بہت اہم ہے۔ گزشتہ دس برس میں ہندوستانیوں نے ہمارے ملک کے متعلق بہت کچھ جانا ہے۔ ۱۹۵۵ء میں جو سوال کئے جاتے تھے اب ان پر ہنسی آتی ہے۔ یہ قدرتی بھی تھا کیونکہ نوآبادیاتی راج نے پوری کوشش کی تھی کہ ہندوستان کے لوگوں کو دنیا کے پہلے سوشلسٹ ملک کے متعلق سچی باتیں نہ معلوم ہونے پائیں۔ آج اس کے برخلاف یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ ہندوستان کے لوگوں کو سوویت یونین کے متعلق، اس کے عوام، اس کے کلچر، سائنس اور آرٹ کے متعلق کتنی معلومات ہیں۔

ہندوستانی لڑکے لڑکیاں سوویت گیت گاتے ہیں اور سوویت کتابیں پڑھتے ہیں۔ ہندوستانی زبانوں میں انقلاب سے پہلے اور انقلاب کے بعد کا ادب مسلسل ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ "سوویت دیس" رسالہ جو کئی زبانوں میں شائع ہوتا ہے بہت مقبول ہے۔ مجھے یاد ہے کہ ایک بار مجھے ہندوستانی وکلاء، ڈاکٹروں، انجینیروں، ادیبوں اور طلباء سے ملنے کا اتفاق ہوا تو انھوں نے سوویت زندگی کے متعلق کیسے اچھے سوالات کئے جن سے اندازہ ہوتا تھا کہ انھیں ہمارے ملک سے کتنی واقفیت ہے۔

دوستی کی انجمنیں

انڈو سوویت کلچرل سوسائٹی نے سوویت یونین کے متعلق معلومات پھیلانے میں بہت کام کیا ہے۔ اس کے اراکین کوشش کرتے ہیں کہ

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

دونوں ملکوں کے درمیان دوستانہ روابط مضبوط ہوں اور کلچرل تعاون کو فروغ حاصل ہو۔

ہندوستان کے سائنسدانوں اور کلچرل کارکنوں کا پہلا وفد ۱۹۵۲ء میں سوویت یونین آیا۔ اس کے ایک رکن ڈاکٹر بالیگا سوویت یونین کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لئے بہت بے چین تھے۔ وہ ترقی پسند ہندوستانی دانش وروں کی نمائندگی کرتے تھے جنھیں احساس تھا کہ دونوں ملکوں کے درمیان دوستانہ تعلقات اور تعاون میں اضافہ ہونا چاہیئے۔ اپنے ملک جاکر ڈاکٹر بالیگا نے انڈو سوویت کلچرل سوسائٹی کا کام شروع کر دیا۔

ڈاکٹر بالیگا اور ان کے دوستوں نے جو بیج بویا تھا وہ تناور درخت بن گیا ہے۔ اس میں پھل آنے لگے ہیں۔ زیادہ لوگ اس کے سائے میں بیٹھنے لگے ہیں۔ وہ تمام لوگ جو دنیا میں امن چاہتے ہیں اور ہماری دونوں قوموں کے درمیان دوستی اور تعاون چاہتے ہیں اس کے ساتھ ہیں۔

ہندوستان کے دوروں کے زمانے میں مجھے اس ادارے کو دیکھنے کا موقع ملا۔ میں نے اس کا مقابلہ دس برس پہلے کی تنظیم سے کیا جو بمبئی، دہلی اور کلکتہ میں چند لوگوں پر مشتمل تھی اور اب کیا ہو گئی ہے۔ اب یہ ایک عوامی جماعت ہے جس کی دو سو سے زیادہ شاخیں نو ریاستوں میں پھیلی ہوئی ہیں۔ اس کے ممبروں میں ممتاز ادیب، ایکٹر، قانون داں، سائنسداں اور

سوویت عورتوں کی کمیٹی میں دوستانہ ملاقات

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

تجارت پیشہ لوگ شامل ہیں۔ مشہور مدبر اور سیاست داں اس کے کام میں نمایاں حصہ لیتے ہیں اور پارلیمنٹ کے ممبر اور وزراء اس کے اجتماعوں میں تقریریں کرتے ہیں۔

میں سوویت ہند کلچرل تعلقات کی سوسائٹی کا نائب صدر ہوں اور اس حیثیت سے انڈو سوویت کلچرل سوسائٹی سے میرا قریبی تعلق رہتا ہے اور مجھے احساس ہے کہ یہ جماعت ہندوستان کے عوام میں کس طرح مقبول ہوتی جا رہی ہے۔

اسی قسم کا کام سوویت یونین میں سوویت ہند کلچرل سوسائٹی کرتی ہے جس کا اصل مقصد سوویت ہند دوستی کو اور فروغ دینا ہے۔ اس کے اجتماعی اراکین میں کئی کارخانے پنچائتی فارم، ریاستی فارم اور کلچرل ادارے ہیں۔

یہ سوسائٹی بہت سی تقریبیں منعقد کرتی ہے۔ یہ ہندوستانی ساتھیوں کے ساتھ وفود کا تبادلہ کرتی ہے، ہندوستان کے اہم دن مناتی ہے۔ لکچروں کا انتظام کرتی ہے۔ دوستی کا ہفتہ یا مہینہ مناتی ہے اور اطلاعات بہم پہنچاتی ہے۔

سوسائٹی کی جو شاخیں یونین جمہوریتوں میں ہیں وہ دونوں ملکوں کی دوستی کو بڑھانے میں بہت کام کرتی ہیں۔ مثلاً ازبکستان کی شاخ ہندوستان کی تہذیبی زندگی کے متعلق ایک بلیٹن شائع کرتی ہے جس کا نام ہے "گلہائے رفاقت"۔ تاشقند ریڈیو ہندوستان کیلئے باقاعدگی سے پروگرام براڈکاسٹ کرتا ہے۔

بہت سے ہندوستانی روسی زبان اور بہت سے سوویت شہری ہندوستانی زبانیں سیکھنا چاہتے ہیں۔ سوسائٹی ہر سال کئی ہندوستانیوں کو ماسکو یونیورسٹی آکر روسی زبان کی دس مہینے کی تعلیم حاصل کرنے کی دعوت دیتی ہے۔ سوسائٹی کا ماسکو کے ایک بورڈنگ اسکول سے قریبی تعلق ہے جہاں سوویت بچے سات برس کی عمر سے ہندی اور اردو بولنا سیکھتے ہیں۔ اسکول کے بچے ہندوستان کے بہت سے اسکولوں اور عوامی تنظیموں سے ربط رکھتے ہیں۔ اس اسکول میں ایسے حلقے منظم کئے گئے جو ہندوستان کے متعلق بچوں کو زیادہ اطلاعات دے سکیں۔ ہندوستان جانے والے نوعمر سیاحوں کا کلب خاص طور پر بہت مقبول ہے۔ دوسرے سوویت شہروں میں بھی اسی قسم کے اسکول قائم ہوئے ہیں۔

بیش قیمت یادگاریں

اگست ۱۹۶۱ء میں میں ایک لکچر ٹور پر ہندوستان گیا ہوا تھا۔ اپنے دورے کے زمانے میں ایک دن بھی میں نے تنہائی محسوس نہ کی۔ میں ہزاروں لوگوں سے ملا اور ہر جگہ دوستی اور مہمان نوازی سے میرا سواگت ہوا۔

میں الہ آباد کے ہوائی اڈے پر لکھنؤ کے لئے جہاز کا انتظار کر رہا تھا کہ ایک واقعہ ہوا۔ میں جہاز کی طرف جا رہا تھا کہ ایک نوجوان موٹر سائیکل پر ہوائی اڈے پہنچا اور مسافروں کو چیرتا ہوا میرے پاس پہنچا اور ہندی میں بولا۔

"میرا نام ہے دنیش منڈل۔ میں آثار قدیمہ میں پوسٹ گریجویٹ کا طالب علم ہوں۔ میں الہ آباد میں آپ سے نہ مل سکا لیکن میں آپ کو یادگار کے طور پر یہ معمولی سا تحفہ دینا چاہتا ہوں"۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

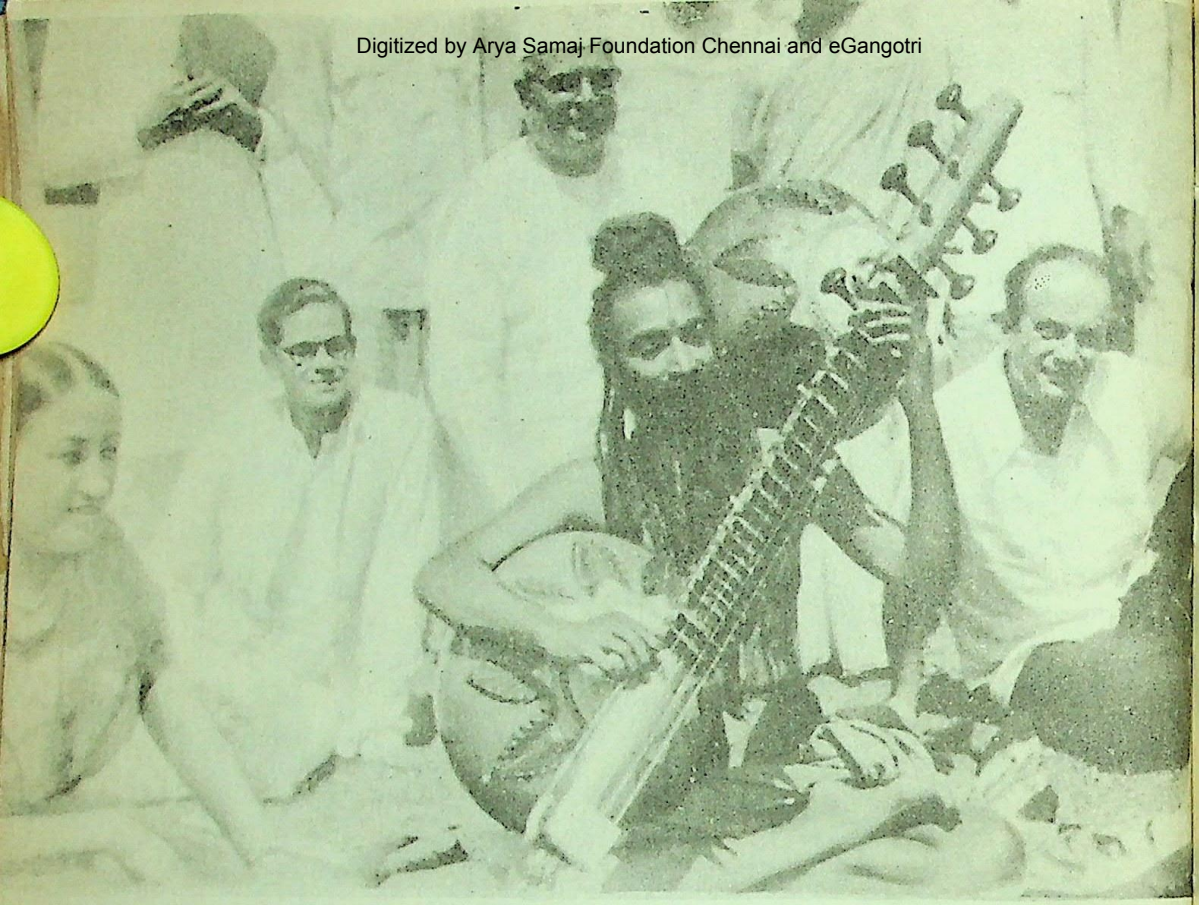

سوویت فن کار، سوامی جی کی بین شوق سے سُن رہے ہیں

میں نے ہوائی جہاز میں بیٹھ کر جب کارڈ بورڈ کا چھوٹا ڈبہ کھولا تو اس میں برتن کے کچھ ٹکڑے رکھے تھے اور ایک پرچہ تھا جس پر لکھا تھا "مٹی کے برتن کے یہ ٹکڑے چھٹی صدی قبل مسیح سے تعلق رکھتے ہیں۔ مجھے یہ کوسامبی میں اپنے پہلے آثارِ قدیمہ کے کام کے وقت ملے تھے۔" اس ہندوستانی نوجوان نے مجھے، یعنی سوویت

سائنسداں کو انتہائی قیمتی تحفہ دیا تھا جو اس کی تحقیق کا پہلا پھل تھا۔
میں نے ہندوستان کے دورے کے زمانے میں جواہر لال نہرو کی بہت سی تصویریں جمع کی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ میری ملاقات کی

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

سوویت یونین کے وزیرِ اعظم الیکسئی کوسیگن
اور ہندوستان کے وزیرِ اعظم لال بہادر شاستری
لینن گراد کے ہرمی تاج میوزیم کے ایک ہال میں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

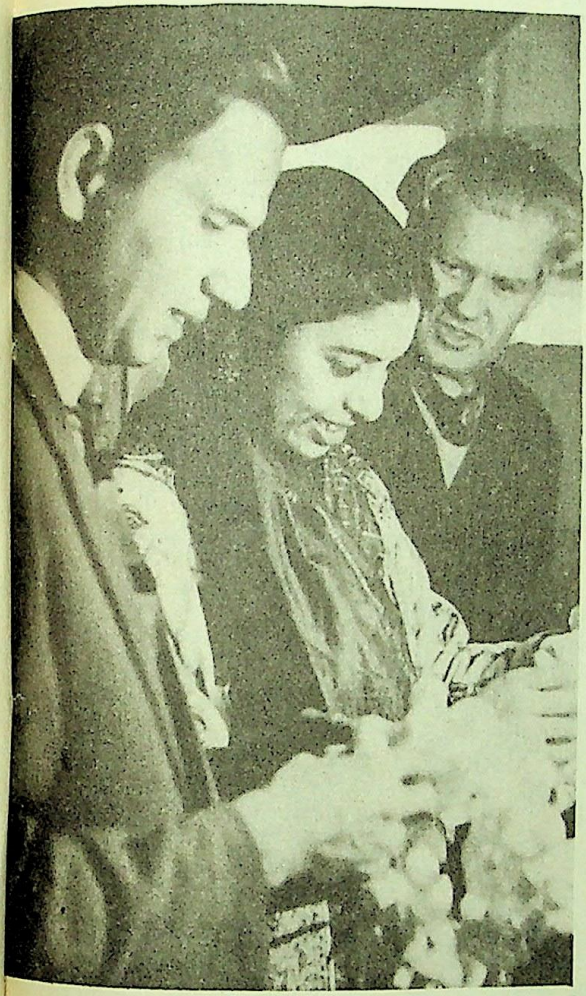

یاد دلاتی ہیں۔ میں نے انھیں کئی بار تقریر کرتے سُنا تھا اور ان سے بات کی تھی اور ہر بار میں ان کی غیر معمولی محبت اور انسان دوستی اور ان کی اتھاہ توانائی سے بہت متاثر ہوا تھا۔

مجھے ایک نہرو یاد ہیں جو ہم سے یعنی امن کے لئے ایشیائی ملکوں کی کانفرنس کے نمائندوں سے بات کر رہے تھے جو دہلی میں ۱۹۵۵ء میں منعقد ہوئی تھی۔

اور پھر وہ نہرو جو ۱۹۵۶ء میں اپنی سالگرہ کے موقع پر دہلی اسٹیڈیم میں بچوں کے غول میں گھرے ہوئے تھے۔ ان کے گرد پھولوں کا سمندر تھا اور خوش و خرم ہنستے ہوئے چہرے۔

مجھے خاص طور پر نہرو کے ساتھ اپنی وہ ملاقات یاد ہے جو ۱۹۵۹ء کے موسم خزاں میں دہلی میں ان کے گھر پر ہوئی تھی۔ وہاں انھوں نے ہمارے وفد سے ملاقات کی جو مدراس میں منعقد ہونیوالی کُل ہند ادیبوں کی کانفرنس میں شرکت کرنے کے لئے آیا تھا۔

سچی بات یہ ہے کہ ہم یعنی بورس پولی وائے، بردی کریف اور میں جب ان کے مطالعہ گھر میں داخل ہوئے تو ایک حد تک نروس تھے اور سوچ رہے تھے کہ ملاقات کے وقت بات کس طرح شروع کی جائے گی۔ لیکن جب نہرو چستی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوئے، بڑی گرمجوشی سے مسکرائے اور ہم سے بیٹھنے کو کہا تو ہم سب مطمئن ہو کر بیٹھ گئے۔

مجھ سے انھوں نے ان کتابوں کے متعلق پوچھا جو میں ہاتھ میں لئے تھا۔ میں نے کہا ہم سوویت ماہرینِ علم الہند کو اپنی نئی کتابیں انھیں پیش کرتے ہوئے خوشی محسوس ہوتی ہے۔ جیسے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

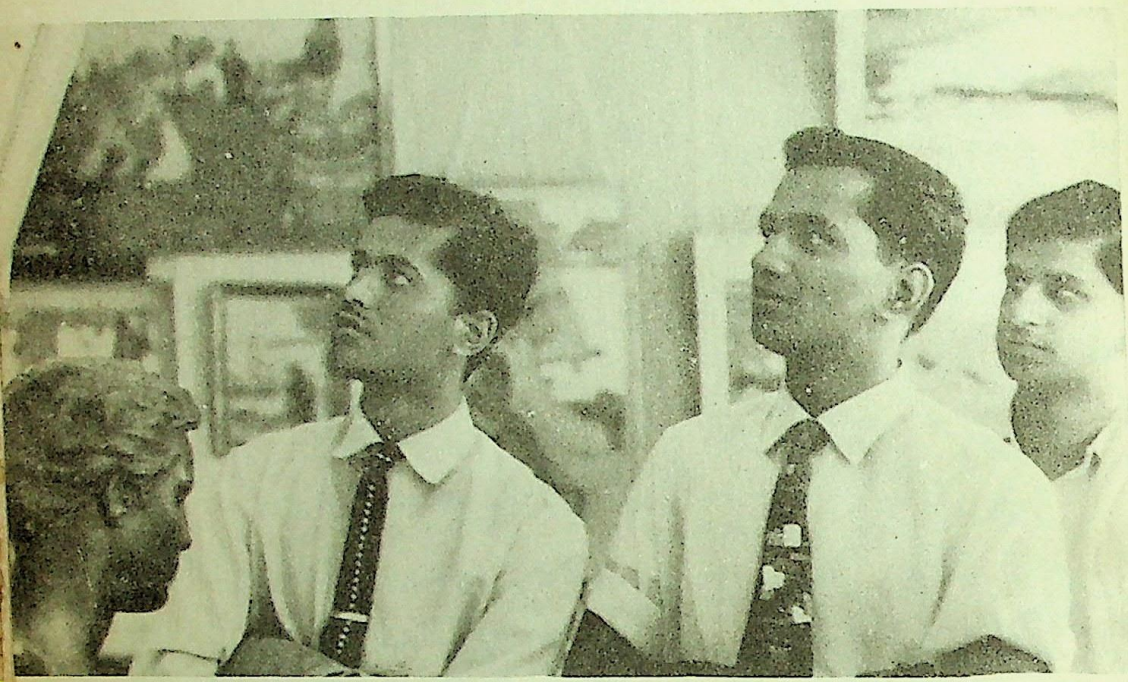

↑
ہندوستان کے ماہرین جو سوویت یونین میں تربیت پا رہے ہیں
تردانوف میں ایک نمائش دیکھ رہے ہیں۔

→
ہندوستان کے ماہرینِ رقص لاتویہ کے اپرا اور بیلے تھیٹر میں

"ہندی روسی ڈکشنری" اور مہاتما گاندھی کی "خودنوشت سوانح حیات" روسی میں جس کا ترجمہ کیا گیا تھا۔ انھوں نے "خودنوشت سوانح حیات" کو الٹ پلٹ کر دیکھا اور مبارکباد دی اور کہا کہ تصویریں آپ لوگوں نے بہت اچھی پسند کی ہیں۔

"آپ نے وہ روسی ہندی ڈکشنری دیکھی ہے جو مسٹر رشی نے تیار کی ہے اور حال ہی میں ہندوستان میں شائع ہوئی ہے؟"

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

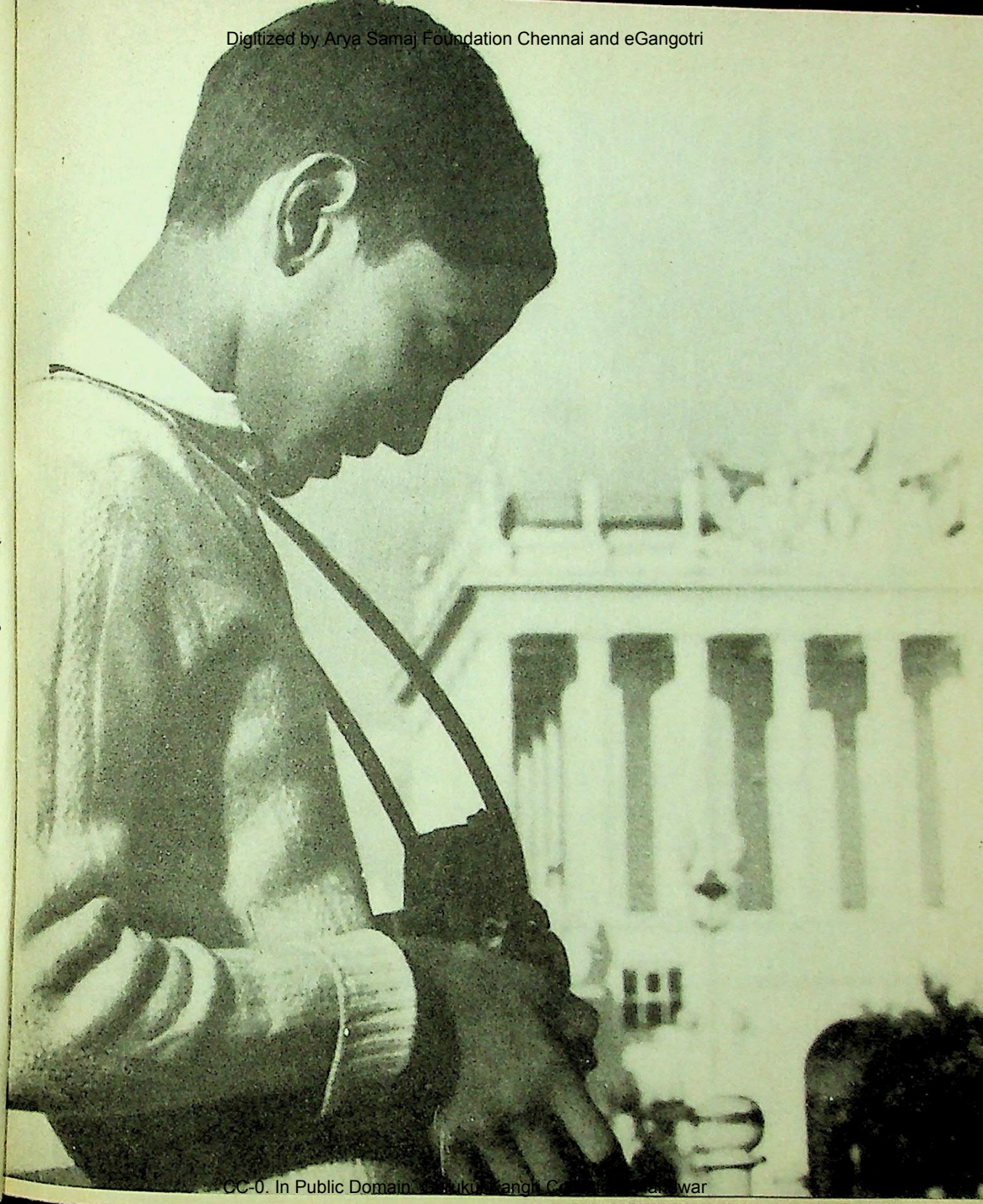

CC-0. In Public Domain. Sri Muthulakshmi Research Academy, Kanchi

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

انھوں نے الماری پر سے ایک موٹی سی کتاب اُٹھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کا اس کے متعلق کیا خیال ہے؟"

مسٹر نہرو میرا جواب بہت غور سے سُنتے رہے اور اس کے بعد ایک اور کتاب اٹھائی۔ "میں آپ کے ہموطن اکادمی میشین اشچربا تسکی کی بودھ منطق کے متعلق کتاب کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ میرا خیال ہے اس کا مقابلہ آج تک اس مضمون پر دوسری کتاب نہ کر سکی۔"

اس کے بعد مسٹر نہرو نے پولی وائے اور کربائیف سے بات چیت کی جنھوں نے اپنی کتابیں "ایک سچی کہانی" اور "فیصلہ کن قدم" پیش کیں۔ مسٹر نہرو نے کہا۔ "مجھے آپ کے ملک کا ادب پسند ہے۔ میں نے اپنے زمانے میں تالستائی، چیخوف، گورکی اور دوسرے روسی ادیبوں کو پڑھا تھا۔ اب بدقسمتی سے ادب کے لئے وقت نہیں ملتا لیکن آپ کی کتابیں یقیناً پڑھوں گا۔"

۱۹۶۱ء میں دہلی میں ٹیگور کے یوم پیدائش کے موقع پر ان کی صد سالہ یادگار منائی گئی اور ادیبوں کا ایک بین الاقوامی سیمینار منعقد ہوا۔ اس وقت مسٹر نہرو ملک سے باہر گئے ہوئے تھے۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ ہمارے اس کام میں دلچسپی رکھتے ہیں جو ہم سوویت عوام کو ہندوستانی کلچر، ادب اور آرٹ سے روشناس کرانے کے لئے کر رہے تھے۔ اس لئے میں نے انھیں ایک یادگاری میڈل اور ٹیگور کی کئی کتابیں بھیج دیں جو حال ہی میں سوویت یونین کی مختلف زبانوں میں شائع ہوئی تھیں۔ مسٹر نہرو نے شکریے کا جو خط لکھا وہ میں بہت عزیز رکھتا ہوں۔

آخری ملاقات

مسٹر نہرو کے ساتھ آخری ملاقات کی کوئی تصویر میرے پاس

گھر لے جانے کیلئے کچھ تصویریں لی جا رہی ہیں۔

ہندوستان کے صافی لینن گراد میں تاریخی جہاز آورورا کو دیکھنے گئے

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

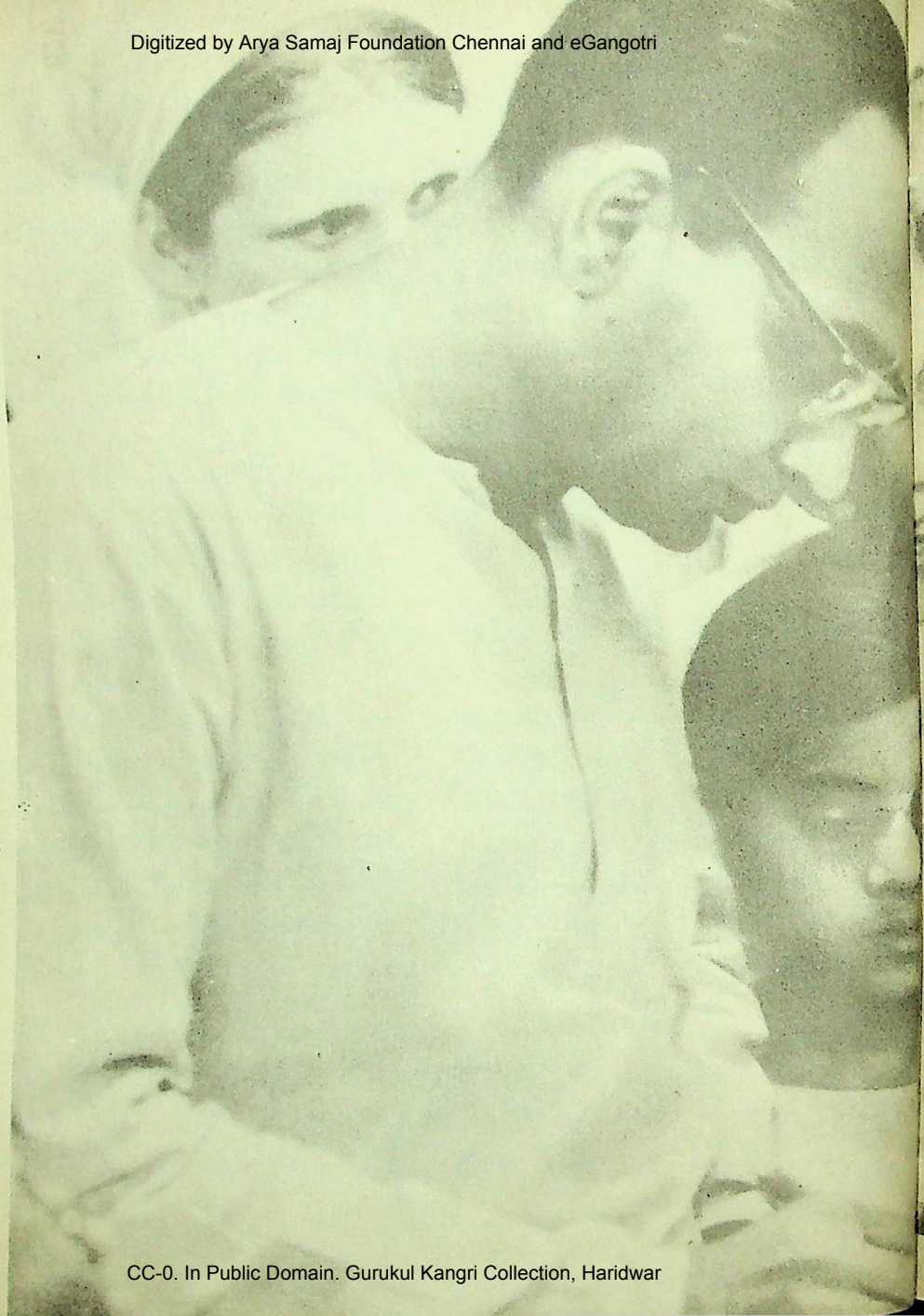

ہندوستانی فن کار دوگی سوویت فن کار شنرل زنسکی کو اوگرا ان دے رہے ہیں

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

نہیں ہے لیکن مجھے اس ملاقات کی ایک ایک تفصیل یاد ہے۔ ۷ نومبر ۱۹۶۳ء کا دن تھا اور جگہ مسٹر نہرو کا دفتر۔ بے انتہا کام، تھکن اور خراب صحت کے باوجود انھوں نے امرتسر میں ہونیوالی کل ہند امن کانفرنس میں شریک ہونے والے سوویت مہمانوں سے ملنے کے لئے وقت نکال لیا۔

ان کے کمرے میں داخل ہوئے تو مسٹر نہرو اُٹھ کھڑے ہوئے، ہم سے ہاتھ ملایا، ایک نیم دائرے کی میز کے گرد بٹھایا اور خود ایک آرام کرسی پر بیٹھ گئے۔

مسٹر نہرو کے ساتھ آخری ملاقات کے تاثرات مجھے اب تک یاد ہیں۔ میں اس ہندوستانی رہنما کے عزم کا پرستار تھا جو تمام مشکلات کے باوجود اپنے ملک کو نئی زندگی کے تابناک راستے پر لے چلنا چاہتے تھے۔ اس بزرگ اور تھکے ہوئے شخص کے لئے میرے دل میں ہمدردی اور عزت کا جذبہ تھا جس کی زندگی بہادرانہ جدوجہد، انتھک محنت اور بے لوث کام سے عبارت تھی۔

ہم سب نے چند الفاظ کہے۔ جب میں نے ہندی میں بات شروع کی تو مسٹر نہرو نے سر اٹھایا اور مسکرائے۔ میں نے کہا مجھے عظیم اکتوبر انقلاب کی سالگرہ کے دن آپ کو مبارکباد دیتے ہوئے بڑی خوشی محسوس ہوتی ہے۔ میں نے طالب علم کی حیثیت سے آپ کی کتابیں پڑھی تھیں جیسے "تاریخ عالم کے چند اوراق"، جس میں انھوں نے بتایا تھا کہ اکتوبر انقلاب نے انسانی تاریخ میں کس طرح نئے دور کی ابتدا کی ہے۔ میں نے کہا کہ آپنے ہمارے ملکوں کے درمیان دوستی کے لئے اور امنِ عالم کیلئے جو کچھ کیا ہے سوویت عوام اس کی بڑی قدر کرتے ہیں۔

مجھے نہیں معلوم تھا کہ مسٹر نہرو کے ساتھ یہ میری آخری ملاقات ہوگی۔ یہ محسوس کرنا مشکل ہے کہ اب وہ ہمارے درمیان نہیں ہیں۔

★ ★ ★

میں نے ہندوستان میں کئی بار برسات کی ابتدا دیکھی ہے۔ بارش سے پہلے لوگ گرمی سے پریشان ہوتے ہیں۔ سوکھی دھرتی پانی کیلئے بیتاب ہوتی ہے اور ایسا لگتا ہے جیسے ساری زندگی رک گئی ہو۔ اور آخر افق پر بادل منظر آتے ہیں بادلوں کی گڑگڑاہٹ ڈھول کے شور اور لوگوں کے پرمسرت نعروں کے شور میں مل جاتی ہے۔

لیکن بارش کے قطرے سوکھی ہوئی دھرتی کو ایک دم سیراب نہیں کر سکتے۔ گھاس اگانے کے لئے بہت پانی کی ضرورت ہوتی ہے۔

کچھ اسی قسم کی چیز آج ہندوستانیوں کی زندگی میں ہو رہی ہے جنھوں نے غلامی کی زنجیریں توڑ دی ہیں اور نئی زندگی کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہندوستان میں برکھا رُت شروع ہو چکی ہے۔ زندگی بخش پانی کی پہلی بوندیں زمین پر گر چکی ہیں۔ لیکن ابھی زمین کو جوتنا ہے اس کے خشک ٹیلوں کو توڑنا ہے اور آبپاشی کی نہریں کھودنا ہیں تاکہ ہندوستان بھرپور فصل کاٹ سکے۔ میں جن لوگوں سے ملا ہوں اور ہندوستان میں جو میرے دوست ہیں مجھے معلوم ہے کہ وہ اس فصل کیلئے ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں۔

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

पुस्तकालय ५/१८

गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय, हरिद्वार

पुस्तक-वितरण की तिथि नीचे अंकित है। इस तिथि सहित १५ वें दिन तक यह पुस्तक पुस्तकालय में वापिस आ जानी चाहिए। अन्यथा ५ पैसे प्रतिदिन के हिसाब से विलम्ब दण्ड लगेगा।

५५,३१३

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

पुस्तकालय, गुरुकुल कांगड़ी विश्वविद्यालय,
हरिद्वार।

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar

Digitized by Arya Samaj Foundation Chennai and eGangotri

CC-0. In Public Domain. Gurukul Kangri Collection, Haridwar